مجلّہ طلوع اسلام کا اجراء 1938ء میں علامہ اقبالؒ کے ایما اور قائداعظمؒ کی خواہش پر عمل میں آیا۔

قرآنی نظام ربوبیت کا پیامبر

طلوع اسلام

ماھنامہ ______ لاھور

خط و کتابت: ناظم ادارہ طلوع اسلام (رجسٹرڈ) 25 بی گلبرگ۔ 2 لاہور 54660 ٹیلی فون: 876219 فیکس: 92-42-876219

فہرست مشمولات

لمعات	ادارہ طلوع اسلام	3
علامہ غلام احمد پرویزؒ (تعارف)	ادارہ طلوع اسلام	12
عید آزاداں -- عید محکوماں	علامہ غلام احمد پرویزؒ علامہ اسلم جیراجپوریؒ	25
تکلف برطرف	منظور احمد خان (ناروے)	35
مزعومہ فتنہ انکار سنت	ادارہ	42
جماعت اسلامی کا اجتماع	ملک حنیف وجدانی	48
بچوں کا صفحہ (نظم)	سجاد احمد	51
فہرست کتب	طلوع اسلام ٹرسٹ	53
حقائق و عبر	ادارہ طلوع اسلام	55
فہرست موضوعات	طلوع اسلام ٹرسٹ	56
Allama Ghulam Ahmed Parwez in the eyes of his contemporaries	ڈاکٹر سید عبدالودود	63
Why We Are Afriad Of Him?	محترمہ شمیم انور	64

انتظامیہ:- چیئرمین: ایاز حسین انصاری -- ناظم: محمد لطیف چوہدری
مدیر مسئول: محمد لطیف چوہدری -- مجلس ادارت: میجر محمد یوسف ڈار۔ محمد عمر درّاز۔ ڈاکٹر صلاح الدین اکبر--
ناشر: عطاء الرحمٰن ارائیں
طابع: خالد منصور نسیم -- مطبع: النور پرنٹرز و پبلشرز 3/2 فیصل نگر ملتان روڈ لاہور۔
مقام اشاعت: B-25 گلبرگ 2 لاہور۔ 54660

جلد 49 | شمارہ 2 | فروری 1996ء

بدل اشتراک

فی پرچہ =/10 روپے | اندرون ملک سالانہ 120 روپے | ایشیا' افریقہ' یورپ 550 روپے | آسٹریلیا' امریکہ' کینیڈا 750 روپے

فرمان خداوندی ہے

لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا (2:231)

ہمارے احکام کا مذاق مت اڑاؤ

----------- : -----------

نکاح و طلاق سے متعلق قرآنی قوانین اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

"حلالہ" : لعنتی کام کو قرآن سے ثابت کہنا ناپاک جسارت ہے

حلالہ سے بے شرمی و بے حیائی پھیلے گی : سندھ ہائیکورٹ

تمام فقہاء کے اس پر اجماع کا دعویٰ غلط اور بے بنیاد ہے اس مسئلہ پر تو چاروں امام بھی متفق نہیں، کئی ممالک میں تین طلاقوں کو جو ایک وقت میں دی گئی ہوں ایک تصور کیا جاتا ہے

حلالہ "طلاق لینے کی نیت سے نکاح باطل ہے اور ایسا کرنے والے ملعون ہیں"

جسٹس شفیع محمدی کے دلائل کی صحت جاننا ضروری ہے : ایس ایم ظفر حلالہ کی شرط پر نکاح فراڈ ہے، طلاق مرد دیتا ہے سزا عورت کو دی جاتی ہے : خواتین رہنما

اجڑے گھر کو آباد کرنے کیلئے حلالہ کرنا کرانا ثواب ہے : مفتی غلام سرور قادری

جسٹس محمدی نے بے حیائی کا دروازہ بند کیا ہے جو عورتیں محفوظ ہوں گی اس کا ثواب انہیں پہنچے گا : رانا شوکت قاسم

حلالہ نہ ہو تو خاوند جب چاہے گا چھوڑ دے گا جب چاہے گا رجوع کرلے گا : مسلم لیگ (ن) خواتین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

طلاق اور حلالہ

پچھلے دنوں (بحوالہ 'عوام' کراچی مورخہ 96-1-4) سندھ ہائیکورٹ کے فاضل جج' جناب جسٹس شفیع محمدی نے طلاق کے بارے میں تاریخ ساز فیصلہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ ایک وقت میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی طلاق قرار پائے گی۔ انہوں نے اپنے اس فیصلہ میں حیا سوز اور غیرت کش صورت "حلالہ" کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ فاضل جج کا یہ فیصلہ طلوع اسلام کے اوراق میں محفوظ کر لیا جائے۔

ہمارے ملاؤں کی خود ساختہ شریعت میں موجود اس مسئلہ نے اسلام کے چہرے کو بری طرح مسخ کر رکھا تھا۔ حلالہ جیسا شنیع فعل ایک عرصہ سے رائج تھا۔ 'حلالہ' کرنے والے من مانی شرائط پر ایسا کرتے تھے اور بعض اوقات 'شب بسری' کے بعد طلاق دینے سے انکار کر کے بھاری رقم وصول کرتے۔ عزت مآب جسٹس شفیع محمدی نے اپنے اس اہم فیصلہ سے اس صورت حال کا ازالہ کر دیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس جرأتمندانہ اقدام پر خالق حقیقی کی بارگاہ سے ان پر تحسین و آفرین کے پھول نچھاور ہوں گے۔ ہم جسٹس موصوف کو قرآن کریم کی صحیح ترجمانی پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق مزید عطا فرمائے کہ وہ اپنے سامنے پیش کئے جانے والے سبھی مقدمات میں اسی طرح قرآن حکیم کو سربلند اور سرفراز رکھیں۔

علامہ غلام احمد پرویزؒ نے اس سے بہت پہلے اس موضوع پر قرآن کریم کی واضح اور دو ٹوک تعلیمات کو اپنی تفسیر مطالب الفرقان جلد سوم ص 385 تا 395 میں اور اپنی دوسری تصنیف "قرآنی قوانین" میں یکجا کر دیا تھا۔ ہم ان کے رشحات قلم کو انہی کی کتب سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

نکاح

نکاح' بالغ' عاقل' مرد اور عورت کی کامل رضا مندی سے' ازدواجی زندگی بسر کرنے کا معاہدہ ہے۔ قرآن ایسی تعلیم دیتا ہے جس کی رُو سے یہ معاہدہ حسن و خوبی سے طے پائے کیونکہ قوم کی عمرانی زندگی کا دارومدار' گھر کی خوشگوار فضا اور مساعد ماحول پر ہے۔ اسی سے آنے والی نسلوں کی صحیح تربیت ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود' اگر کبھی ایسی صورت پیدا ہو جائے جس سے میاں بیوی میں نباہ کا امکان باقی نہ رہے' تو اس وقت قرآن' اس معاہدہ کو فسخ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اسے طلاق کہتے ہیں (طلاق کے معنی ہیں' نکاح کے معاہدہ یا پابندی سے آزاد ہو جانا۔ طلاق کے اس مفہوم کو اچھی طرح ذہن میں رکھئے۔)

نکاح کے لئے تو اس نے اس معاملہ کو فریقین کی مرضی پر چھوڑا تھا کیونکہ یہ ان کا انفرادی مسئلہ تھا۔

لیکن ظاہر ہے کہ فسخ نکاح کا معاملہ انفرادی نہیں رہتا۔ اس میں فریق مقابل کے' نیز بعض اوقات ان کی اولاد کے مفادات پر زد پڑتی ہے۔ اس لئے اسے' اس نے معاشرہ کا اجتماعی مسئلہ قرار دیا ہے' اور اس سلسلہ میں معاشرہ کو ضروری ہدایات دی ہیں۔ اس ضمن میں ایک اصولی بات واضح ہے اور وہ یہ کہ جب اس معاہدہ کے لئے فریقین کی رضا مندی ضروری تھی تو یہ ہو نہیں سکتا کہ اس معاہدہ کو توڑنے کے لئے' ایک طرف ایک فریق (خاوند) کو کلی اختیار دے دیا جائے (کہ وہ جب جی چاہے طلاق۔ طلاق۔ طلاق کہہ کر) بیوی کو گھر سے نکال دے۔ اور دوسری طرف' فریق ثانی (بیوی) کو اس قدر مجبور بنا دیا جائے کہ اسے اس پابندی سے گلو خلاصی کے لئے ہزار مشقتیں اٹھانی پڑیں۔ قرآن نے میاں اور بیوی کے حقوق اور ذمہ داریاں یکساں مقرر کی ہیں۔ اس لئے اس باب میں بھی دونوں کی پوزیشن ایک جیسی ہے۔ اب دیکھئے کہ وہ اس سلسلہ میں معاشرہ کو کیا ہدایات دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ :-

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا"۔ (4/35)

اگر تمہیں کسی میاں بیوی میں ناچاقی کا خدشہ ہو تو ایک ثالث خاوند کے خاندان سے اور ایک بیوی کے خاندان سے مقرر کرو۔ اس طرح' اگر میاں بیوی باہمی مصالحت کا ارادہ کر لیں (یا یہ دونوں ثالث ان میں اصلاح کی نیت سے موافقت پیدا کرنے کی کوشش کریں) تو قانونِ خداوندی' ان میں موافقت پیدا کر دے گا۔ اس لئے کہ اس کا قانون علم و آگہی پر مبنی ہے۔

"شِقَاقَ بَيْنِهِمَا" میں مرد اور عورت دونوں آجاتے ہیں۔ یعنی اس باہمی اختلاف کی شکایت مرد کرے یا عورت' دونوں صورتوں میں معاشرہ کا فریضہ ہو گا کہ وہ ثالثی بورڈ مقرر کرے۔

اگر عورت خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رخی محسوس کرے تو اس صورت میں بھی وہ خود صلح صفائی کی کوشش کریں' یا پھر ثالثی بورڈ مقرر کرا لیں۔ اسی سورہ میں آگے چل کر کہا۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَ الصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ (4/128)۔

اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو اس میں کوئی ہرج نہیں کہ وہ آپس میں صلح صفائی کر لیں۔ (اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر مندرجہ بالا قاعدے کے مطابق' ثالثی بورڈ مقرر کرا لیں)۔ صلح بہرحال اچھی چیز ہے۔

سورۂ مجادلہ میں ہے :-

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ○ (58/1)

"اللہ نے اس عورت کی بات سن لی ہے جو تجھ سے (اے رسولؐ!) اپنے خاوند کے بارے میں جھگڑ رہی تھی اور اپنی مظلومیت کے متعلق خدا سے فریاد کر رہی تھی (اس نے عدالتِ خداوندی

میں استغاثہ دائر کیا تھا۔ اللہ تم دونوں کے سوال و جواب سن رہا تھا۔ وہ سب کچھ سننے والا' دیکھنے والا ہے۔"

اس سے بھی واضح ہے کہ عورت اپنا کیس (مقدمہ) لے کر عدالت میں جا سکتی ہے۔ یعنی عورت کو بھی (قانون کے مطابق) طلاق لے لینے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ لیکن ثالثی بورڈ کی اولین کوشش میاں بیوی میں مصالحت کی ہو گی۔

واضح رہے کہ قرآن کریم نے میاں اور بیوی دونوں کے سلسلہ میں طلاق کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ **خلع** کی اصطلاح قرآن میں نہیں آئی۔ نیز' یہ جو کہا جاتا ہے کہ "خاوند نے بیوی کو حق طلاق تفویض کر دیا ہے" قرآن مجید کی رو سے صحیح نہیں۔ جب بیوی کو بھی طلاق (فسخ نکاح) کا ویسا ہی حق حاصل ہے جیسا میاں کو تو پھر خاوند کی طرف سے حق طلاق تفویض کرنے کے کیا معنی؟

اگر اس طرح مصالحت نہ ہو سکے تو جس ادارہ (عدالت) نے اس ثالثی بورڈ کا تقرر کیا تھا وہ فسخ نکاح کا اعلان کرے۔ اسے طلاق کہا جائے گا۔ سورۂ الطلاق میں ہے۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ- (65/1)

اے رسولؐ! جب تم طلاق کے مقدمات کا فیصلہ کرو تو متعلقہ لوگوں سے کہہ دو کہ اس کے بعد عدت کا سوال بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اسے ضرور پورا کرنا چاہئے۔

اس آیت میں مخاطب النبی کو کیا گیا ہے اور کہا یہ گیا ہے کہ **اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ** "جب تم عورتوں کو طلاق دو۔" اس میں (طلقتم) جمع کا صیغہ ہے جس سے واضح ہے کہ یہاں سوال' رسولؐ اللہ کا اپنی کسی بیوی کو طلاق دینے کا نہیں۔ (ویسے بھی رسولؐ اللہ کی کسی بیوی کے سلسلہ میں طلاق کا سوال پیدا ہی نہیں ہوا تھا)۔ اس میں رسولؐ اللہ کو بہ حیثیت عدالت' مخاطب کیا گیا ہے۔ یعنی جب وہ (بہ حیثیت عدالت) طلاق کے مقدمات کا فیصلہ کریں تو یوں کریں---- اس سے واضح ہے کہ طلاق کا مسئلہ انفرادی نہیں کہ جب کسی کا جی چاہا' بیوی کو طلاق دے دی۔ اس کا فیصلہ عدالت مجاز کی طرف سے ہو گا۔ وہ پہلے مصالحتی بورڈ قائم کرے گی اور اگر مصالحت کی کوشش ناکام رہ جائیگی' تو پھر طلاق کا فیصلہ کرے گی۔

چونکہ عدت کا تعین (جس کا ذکر آگے چل کر آئے گا) حیض کی نسبت سے ہوتا ہے' اس لئے شمار عدت میں آسانی کے لئے' طلاق کے فیصلے کا نفاذ' عورت کے ایام سے فارغ ہو جانے کے بعد ہونا چاہئے۔ مندرجہ بالا آیت (65/1)- میں' **لِعِدَّتِهِنَّ** کے بعد **"وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ"** آیا ہے۔ (یعنی عدت کا شمار کیا جائے گا) عدالت اپنے فیصلے میں اس کی تصریح کر دے۔

اگر عدالت مجاز یہ دیکھے کہ مرد نباہ نہیں کرنا چاہتا تو وہ' عورت سے کچھ لئے بغیر' طلاق کا فیصلہ کر دے گی۔ سورۂ النساء میں ہے:-

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى

بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا- (4/20-21)-

اور اگر تم یہ فیصلہ کر لو کہ ایک بیوی کو طلاق دے کر' کسی اور جگہ نکاح کرنا ہے--- اس کا یہ مطلب نہیں کہ محض نئی عورت سے شادی کرنے کا شوق' طلاق کے لئے وجہ جواز ہو سکتا ہے- مطلب یہ ہے کہ اگر' ان شرائط کے مطابق' جس کا ذکر آگے چل کر آئے گا- طلاق تک کی نوبت پہنچ جائے--- اور تم اپنی بیوی کو سونے کا ڈھیر بھی دے چکے ہو' تو اس سے کچھ واپس نہ لو- (البتہ اگر طلاق کا مطالبہ عورت کی طرف سے ہو تو پھر اس میں سے کچھ لیا جا سکتا ہے' (2/229) یا اگر اس سے بے حیائی کا ارتکاب ہوا ہو' تو (4/19)- لیکن جب ایسی صورت نہ ہو' اور تم اس (بچاری) کے خلاف ناحق تہمتیں لگا کر کچھ وصول کرنا چاہو' تو یہ ایک کھلا ہوا گناہ ہے--- یعنی ایسی معیوب حرکت جس کے مذموم ہونے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں-

جو کچھ تم نے اسے دیا تھا وہ کیسے واپس لے سکتے ہو' درآں حالیکہ تم میں زنا شوئی کے تعلقات رہ چکے ہیں اور تمہاری بیویاں نکاح کے وقت تم سے اپنے حقوق کے تحفظ کا پورا عہد لے چکی ہیں- لہٰذا' تمہارے لئے اس معاہدہ کا احترام ضروری ہے-

لیکن عورت اگر فحش کی مرتکب ہو تو

وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ- (4/19)

تمہارے لئے یہ قطعاً جائز نہیں کہ اگر وہ تمہارے نکاح میں نہ رہنا چاہیں تو انہیں اس نیت سے روک رکھو کہ جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو' اس میں سے کچھ ہتھیا لو' بجز اس کے کہ ان سے کھلی ہوئی بے حیائی کا ارتکاب ہوا ہو-

یا وہ خود نباہ نہ کرنا چاہے' تو عدالت عورت سے کچھ ہرجانہ دلا سکتی ہے- سورہ بقرہ میں ہے :-

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ (2/229)

طلاق کی صورت میں اس کی اجازت نہیں کہ جو کچھ تم عورتوں کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو- ہاں اگر کسی وقت ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ ایک طرف یہی چیز ان کی علیحدگی کے راستے میں حائل ہو رہی ہو' اور' دوسری طرف' میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے میں انہیں خدشہ ہو کہ (تعلقات کی کشیدگی کی بنا پر) وہ حقوق و واجبات ادا نہیں کر سکیں گے جو قانون خداوندی نے ان پر عائد کر رکھے ہیں--- اور معاشرہ کا نظام عدالت بھی اسی نتیجہ پر پہنچے اور سمجھے کہ خاوند کو واقعی کچھ معاوضہ ملنا چاہئے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے حق میں سے کچھ چھوڑ دے اور معاہدۂ نکاح سے آزادی حاصل کرے-

ایسی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں کہ عورت بدنیتی سے نکاح کر کے مہر وصول کرے اور اس کے بعد طلاق حاصل کرنے کی طرف قدم اٹھائے' تو مہر میں سے کچھ واپسی' ایسے اقدامات کی روک تھام کے لئے ممد ثابت ہو گی-

عدالت کے اس فیصلہ یا اعلان کے بعد عورت کے لئے عدت کی میعاد شروع ہو جائے گی۔ عدت اس مدت کو کہتے ہیں جس کے اندر عورت دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی۔ (اس کی تفصیل آگے چل کر آئے گی)۔ اسے انتظار کا وقفہ کہئے۔ اس مدت میں عورت وہیں رہے گی اور اس کے نان و نفقہ کی ذمہ داری بھی اس کے (سابقہ) شوہر پر ہو گی۔ اس سلسلہ میں قرآن نے جو کچھ کہا ہے وہ غور طلب ہے۔ سورۃ الطلاق میں ہے :-

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ (65/2)

جب وہ مدت ختم ہونے کو ہو تو انہیں یا تو "معروف" طور پر رکھ لو۔ یا معروف طور پر الگ کر دو۔

سورۃ بقرہ میں ہے۔ **فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ** (2/229)۔ اس کے بعد' یا تو انہیں معروف طور پر روک لو۔ یا احسان کے ساتھ رخصت کر دو۔ (نیز 2/231)۔ تیسری جگہ ہے۔ **وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا** (2/228)۔ "ان کے خاوند اس کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ وہ انہیں واپس لے لیں اگر ان کا ارادہ اصلاح کا ہو۔"

ان تصریحات سے واضح ہے کہ عدت کے دوران' انہیں رشتہ ازدواج کی استواری کا موقعہ دیا گیا ہے۔ اس کے لئے دو باتیں واضح ہیں۔

(1) اگر طلاق بیوی نے حاصل کی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس خاوند کے ہاں بسنا نہیں چاہتی۔ اس لئے خاوند اسے مجبوراً دوبارہ اپنے ہاں نہیں لے جا سکتا۔ ہاں ! اگر یہ عورت خود ہی اپنا ارادہ بدل لے تو اور بات ہے۔

(2) اگر طلاق خاوند نے حاصل کی ہے' حالانکہ عورت اس کے ہاں بسنا چاہتی تھی تو اگر مرد اپنی اصلاح کا ارادہ کر لیتا ہے تو یہ رشتہ استوار ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے قرآن نے کہا ہے کہ دیکھنا ! ایسا کرنے میں کہیں یہ نیت نہ رکھنا کہ دوبارہ زوجیت میں لے کر عورت کو تنگ کیا جائے۔ **وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ** (2/231)۔ "ان سے ازدواجی تعلقات اس نیت سے وابستہ نہ کرو کہ ان پر زیادتی کر کے انہیں تکلیف پہنچائی جائے۔ جو ایسا کرے گا وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا۔"

اب اگلی بات یہ ہے کہ اس رشتہ کی استواری کے لئے معاہدۂ نکاح کی تجدید کی ضرورت ہو گی یا سابقہ معاہدہ ہی برقرار سمجھا جائے گا۔ اس کے لئے قرآن نے "بالمعروف" کی اصطلاح استعمال کی ہے"۔ معروف" کے معنی ہیں وہ طریق جسے اسلامی معاشرہ' قرآنی راہ نمائی کی روشنی میں صحیح تسلیم (Recognise) کرے۔ لہٰذا' اگر معاشرہ اسے تسلیم کرے کہ اس کے لئے ازسرنو نکاح کی ضرورت نہیں تو یہ بھی درست ہو گا اور اگر یہ فیصلہ کرے کہ نہیں ! اس کے لئے دوبارہ نکاح کرنا ہو گا تو یہ بھی صحیح ہو گا۔ "نکاح" بھی اس سے زیادہ کیا ہے کہ معاشرہ' میاں بیوی کی رضا مندی کو (قرآن کے مطابق) صحیح تسلیم کرے' اسے (Recognise) کرے۔ البتہ (2/232)۔ میں قرآن نے "نکاح" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جہاں کہا ہے۔ **وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ** ----- (2/232)۔ جب تم

عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کی مدت کے قریب پہنچ جائیں۔ اور یہ (سابقہ میاں بیوی) قاعدے اور قانون کے مطابق پھر ازدواجی زندگی بسر کرنے پر رضا مند ہوں تو (اے افراد معاشرہ) تم ان عورتوں کو اس سے مت روکو۔" یہاں بھی "بالمعروف" کہا گیا ہے۔ یعنی اس قاعدے کے مطابق جسے نظام مملکت مقرر کرے۔ بنابریں' حکومت کو اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ عدت کے دوران رشتہ ازدواج کی تجدید ایسے طریق سے ہو جسے "نکاح" سمجھا جا سکے۔

اگر انہوں نے پھر سے میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے کا فیصلہ کیا ہے تو طریق بالاکار فرما ہو گا۔ اگر الگ ہو جانے کا فیصلہ کیا ہے تو اس کے لئے دو گواہوں کی ضرورت ہو گی۔ سورۃ الطلاق میں ہے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ---(65/2)-

جب عدت کا زمانہ ختم ہونے کو آئے تو اس وقت اس معاملہ پر ٹھنڈے دل سے غور کرو۔ اگر نباہ کی صورت ممکن دکھائی دے تو خواہ مخواہ علیحدگی کیوں اختیار کرو۔ قاعدے اور قانون کے مطابق میاں بیوی کی زندگی بسر کرو۔ لیکن اگر نباہ کی کوئی صورت نہ رہے تو پھر' قاعدے اور قانون کے مطابق علیحدہ ہو جاؤ اور اس آخری فیصلہ پر اپنے میں سے دو گواہ مقرر کر لو جو کسی کی رو رعایت نہ کریں' اور اسے فریضہ خداوندی سمجھ کر حق و انصاف سے گواہی پر قائم رہیں۔

اس کے بعد' وہ رعایت ختم ہو جائے گی جو عدت کے دوران انہیں حاصل تھی۔

یہ میاں بیوی' خواہ عدت کے دوران پھر سے رشتہ استوار کر لیں اور خواہ الگ ہو جائیں۔ یہ ایک طلاق بہرحال محسوب ہو جائے گی۔

اگر اس جوڑے نے (عدت کے دوران یا اس کے بعد) میاں بیوی کی حیثیت اختیار کر لی لیکن اس کے بعد پھر سے طلاق کی نوبت آگئی تو اس کے لئے وہی کچھ کرنا ہو گا جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ یہ دوسری مرتبہ کی طلاق ہو جائے گی۔

اگر انہوں نے اس (دوسری طلاق) کے بعد' پھر سے اس رشتہ کو استوار کر لیا۔ لیکن اس کے بعد پھر طلاق کی نوبت آگئی تو یہ تیسری طلاق ہو گی۔ اس طلاق کے بعد' یہ (نہ عدت کے دوران۔ نہ اس کے بعد) میاں بیوی بن سکتے ہیں۔ اس لئے کہ **اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ** (2/229)- ایک مرد اور عورت کی ازدواجی زندگی میں دو مرتبہ کی طلاق کے بعد تو اس کی اجازت ہے کہ وہ پھر سے میاں بیوی بن جائیں۔ لیکن اس کے بعد (یعنی تیسری مرتبہ کی طلاق کے بعد) اس کی اجازت نہیں۔

ہاں ! اگر تیسری مرتبہ کی طلاق کے بعد' عورت کہیں دوسری جگہ شادی کرے اور وہاں بھی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ نوبت طلاق کی آجائے (یا وہ بیوہ ہو جائے) تو پھر یہ اگر چاہے تو اپنے پہلے خاوند سے از سر نو نکاح کر سکتی ہے۔ سورۃ بقرہ کی آیات 229:230 میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ انہیں درج ذیل کیا جاتا ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا

مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ (2/229-30)

یاد رکھو ! ایک مرد اور عورت کی ازدواجی زندگی میں دو مرتبہ تو ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ طلاق کے بعد' عدت کے دوران میں یا اس کے بعد' پھر سے قانون کے مطابق آپس میں نکاح کر لیں' یا حسن کارانہ انداز سے الگ ہو جائیں۔ (لیکن اگر تیسری مرتبہ طلاق کی نوبت آجائے' تو اس کے بعد وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔ 2/230)۔ طلاق کی صورت میں اس کی اجازت نہیں کہ جو کچھ تم عورتوں کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ بھی واپس لے لو۔ ہاں اگر کسی وقت ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ ایک طرف یہی چیز ان کی علیحدگی کے راستے میں حائل ہو رہی ہو اور دوسری طرف' میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے میں انہیں خدشہ ہو کہ (تعلقات کی کشیدگی کی بنا پر) وہ حقوق و واجبات ادا نہیں کر سکیں گے جو قانون خداوندی نے ان پر عاید کر رکھے ہیں۔۔۔ اور معاشرہ کا نظام عدل بھی اسی نتیجہ پر پہنچے اور سمجھے کہ خاوند کو واقعی کچھ معاوضہ ملنا چاہئے' تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے حق میں سے کچھ چھوڑ دے اور معاہدۂ نکاح سے آزادی حاصل کرے۔

یہ قانون خداوندی کی حدود ہیں جن کی نگہداشت ضروری ہے۔ جو کوئی ان حدود سے تجاوز کرے گا' وہ قانون کی نگاہ میں مجرم ہو گا۔

اگر کسی میاں بیوی کی ازدواجی زندگی میں دو مرتبہ کی طلاق (اور نکاح اول کو شامل کر کے تین مرتبہ کے نکاح) کے بعد تیسری مرتبہ طلاق ہو جائے' تو اس کے بعد یہ عورت اپنے سابقہ خاوند کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ ہاں ! البتہ ! اگر وہ کسی اور شخص سے نکاح کرے اور اس سے بھی طلاق ہو جائے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنے پہلے خاوند سے نکاح کرے' بشرطیکہ انہیں توقع ہو کہ وہ اب قانون خداوندی کی حدود کی نگہداشت کر سکیں گے۔

یہ ہیں عائلی زندگی سے متعلق وہ قوانین جنہیں اللہ ان لوگوں کے لئے واضح طور پر بیان کرتا ہے جو معاشرتی زندگی کی مصلحتوں کا علم رکھتے ہیں۔

یہ ہیں وہ آیات جنہیں تائید میں پیش کر کے کہا جاتا ہے کہ اگر کسی نے تین مرتبہ کہہ دیا۔ "طلاق۔ طلاق۔ طلاق" تو پھر حلالہ کرنا پڑے گا۔ ان آیات کا یہ مفہوم خلاف قرآن ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے' طلاق کے معنی ہیں عقد نکاح سے آزاد ہو جانا۔ نکاح کا فسخ (ختم) ہو جانا۔ فسخ نکاح اس طریق کے مطابق ہوتا ہے جس کا

تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔ طلاق کا لفظ کہہ دینے سے نکاح فسخ نہیں ہو جاتا خواہ اسے تین چھوڑ تین سو مرتبہ بھی کیوں نہ دہرایا جائے۔ تین طلاق کے معنی ہیں ایک میاں بیوی کی ازدواجی زندگی میں تین مرتبہ نکاح کا فسخ ہو جانا۔ دو مرتبہ فسخ نکاح کے بعد اس کی گنجائش رہتی ہے کہ وہ باہمی میاں بیوی بن سکیں۔ لیکن تیسری مرتبہ فسخ نکاح کے بعد اس کی گنجائش نہیں رہتی' بجز اس صورت کے جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ اس صورت میں بھی "دوسرے شخص سے نکاح" کے معنی شب بسری (حلالہ) نہیں۔ اس سے مراد باقاعدہ میاں بیوی کی زندگی بسر کرنا ہے۔

(قرآنی قوانین۔ صفحہ 67 تا 75' تیسرا ایڈیشن 1989ء)

<u>حلالہ !</u>

آپ دیکھئے کہ قرآن کریم کے یہ احکام کس قدر واضح ہیں۔ لیکن وہ جو اس نے کہا تھا کہ **وَلَا تَتَّخِذُوٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا** (2/231)۔ "ہمارے احکام کا مذاق مت اڑاؤ۔" تو اس کی بین مثال ہمارے ہاں کے "شرعی احکام" ہیں۔ ان احکام کی رو سے' اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین مرتبہ "طلاق۔ طلاق۔ طلاق" کہہ دے (یعنی طلاق کا لفظ تین مرتبہ کہدے) تو یہ تین مرتبہ کی طلاق (طلاق ثلاثہ یا طلاق بائن) قرار پا جاتی ہے جس کے بعد نہ یہ جوڑا میاں بیوی رہتا ہے نہ ہی یہ آپس میں نکاح کر سکتے ہیں۔ البتہ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ یہ عورت "ایک رات کے لئے" کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے۔ وہ اس کے ساتھ شب بسری کرنے کے بعد دوسری صبح اسے طلاق دیدے' تو پھر یہ سابقہ میاں بیوی آپس میں نکاح کر سکتے ہیں۔ اسے حلالہ کہا جاتا ہے۔ یہ صورت جس قدر حیا سوز اور غیرت کش ہے اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس کا سب سے زیادہ شرمناک اور الم انگیز پہلو یہ ہے کہ غصہ میں آکر' طلاق۔ طلاق تو مرد کہتا ہے اور اس کے بعد یہ اپنی اس حرکت پر نادم بھی ہو جاتا ہے لیکن اس کی سزا اس بے گناہ بیوی کو بھگتنی پڑتی ہے---- اور سزا بھی ایسی جس کے مقابلہ میں وہ عفت مآب موت کو ترجیح دے۔ یعنی ایک رات کے لئے کسی غیر مرد سے ہم بستری! اور قیامت بالائے قیامت یہ کہ اسے "شریعتِ خداوندی" کہہ کر پکارا جاتا ہے (معاذ اللہ۔ استغفراللہ)۔ میرے پاس اکثر اس قسم کے استفسارات آتے رہتے ہیں کہ مرد نے غصہ میں آکر طلاق۔ طلاق۔ طلاق کہہ دیا۔ مولوی صاحب نے فرما دیا کہ اب تو حلالہ کرنا ہو گا۔ بال بچوں والی عصمت مآب' (اور اکثر حالات میں) معمر بیوی سر پیٹ رہی ہے۔ اس کی غیرت اسے اس کی اجازت ہی نہیں دیتی۔ لیکن مولوی صاحب اس پر مصر ہیں کہ حلالہ کرنا ہی ہو گا۔ اکثر و بیشتر اس "کارخیر" کے لئے خود اپنے آپ کو پیش کر دیتے ہیں۔ ایسے واقعات بھی میرے سامنے پیش کئے گئے جن میں حلالہ کرنے والا اس عورت کو طلاق نہیں دیتا۔ یا اس کے لئے بھاری رقم مانگتا ہے۔ یہ سب کچھ شریعتِ حقّہ کے نام پر ہوتا ہے اور "اربابِ شریعت" کے دل میں خوف خدا کا ذرا سا احساس بھی بیدار نہیں ہوتا کہ اس یکسر خلاف اسلام ہی نہیں خلاف انسانیت شرمناک فعل کو ختم کریں۔ ختم کرنا تو ایک طرف' حکومت کی طرف سے نافذ کردہ عائلی قوانین۔ (Family Laws-1961) میں تھوڑی سی اصلاح کی

کوشش کی گئی تھی۔ ان کے خلاف ہماری مذہبی پیشوائیت نے قیامت برپا کر دی۔ اب بھی جس وقت ان کی "اسلامی حمیت" جوش میں آتی ہے تو ان کی طرف سے سب سے پہلا مطالبہ ان قوانین کو منسوخ کرنے کا پیش ہوتا ہے--- آسماں راحق بود گر خوں ببارد برزمیں!

(مطالب الفرقان جلد سوم- ص 395-394_ ایڈیشن سوم 1993ء)

طلوع اسلام ٹرسٹ

دوران کنونشن سربراہ ٹرسٹ ڈاکٹر زاہدہ درانی صاحبہ نے مندوبین کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ علامہ غلام احمد پرویزؒ کے علمی ذخائر کی حفاظت طباعت اور اشاعت کا کام خوش اسلوبی سے جاری ہے۔ مندوبین نے ٹرسٹ کی کارکردگی کو سکون سے سنا اور اسے تسلی بخش قرار دیا۔

(چیئرمین ادارہ)

ضروری انتباہ

محترم پرویزؒ صاحب کی قرآنی فکر جس سرعت سے اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک پذیرائی حاصل کر رہی ہے، اس سے متاثر ہو کر کچھ لوگ، اپنے خصوصی مفاداتِ کے تحت، اس فکر سے اپنی وابستگی ظاہر کر کے، اپنے حلقہ ارادت کو بڑھانے کی اسکیموں پر عمل کر رہے ہیں، جو ایک غیر اخلاقی حرکت ہے۔

ہم اس امر کا واضح اعلان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ مرکزی طور پر پرویزؒ صاحب کی قرآنی فکر کے نقیب صرف اور صرف ادارہ طلوع اسلام، طلوع اسلام ٹرسٹ، قرآنک ایجوکیشن سوسائٹی (لاہور) اور ذیلی طور پر ادارہ طلوع اسلام کے تحت بزم ہائے طلوع اسلام ہی ہیں۔ ان کے علاوہ، کسی بھی دوسری تنظیم سے خواہ اس کا نام کچھ ہی کیوں نہ ہو، تحریک طلوع اسلام کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

قرآن کریم کے حقائق، کہیں سے بھی پیش کئے جائیں، طلوع اسلام اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے لیکن اس کی اس تحسین و تعریف کو ہرگز ہرگز ان تنظیموں یا اداروں کے اغراض و مقاصد کی تائید و حمایت پر محمول نہ کیا جانا چاہئے۔ طلوع اسلام کسی اور کی طرف سے کہی جانے والی کسی بات کا ذمہ دار نہیں۔

چیئرمین ادارہ طلوع اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ غلام احمد پرویزؒ

(تحریک پاکستان گولڈ میڈلسٹ)

کسی شخصیت کی علمی عظمت، قلمی خدمات اور تاریخی حیثیت میں اس شخصیت کے ہم عصر مداحین اور ناقدین کی آرا کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ مفکر قرآن علامہ غلام احمد پرویزؒ کی گیارہویں برسی کے موقع پر ہم ان کے بارے میں ملکی اور غیر ملکی محققین کے تاثرات نقل کر رہے ہیں جس سے ان کے علم و حکمت، قول و کردار، سادگی و انکساری اور ہمت و استقلال کے کچھ پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔

مدیر

۱- پرویزؒ کی شخصیت:-

شعبہ تحریک پاکستان، محکمہ اطلاعات و ثقافت حکومت پنجاب کی تحقیق کے مطابق:-

علامہ غلام احمد پرویز مرحوم کی تاریخ پیدائش 9 جولائی 1903ء ہے۔ تحریک پاکستان کے دوران مرکزی حکومت ہند کے ہوم ڈیپارٹمنٹ میں ملازم تھے۔ قیام پاکستان کے ساتھ ہی وہ مرکزی حکومت پاکستان میں منتقل ہو گئے اور 1955ء میں اسسٹنٹ سیکرٹری کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔

شیدائی اقبالؒ ہونے کے ناطے، آپ 1930ء سے مسلمانوں کی جداگانہ آزاد مملکت کے اس تصور کو آگے بڑھاتے رہے جسے حضرت علامہ اقبالؒ نے الہ آباد کے مقام پر مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں اپنے صدارتی خطبہ میں پیش کیا تھا۔

1937ء کے موسم گرما میں، علامہ اقبالؒ کے ایماء پر حضرت قائداعظمؒ نے اپنے قیام شملہ کے دوران علامہ پرویزؒ کو بلا کر فرمایا کہ یہ مولوی صاحبان تحریک پاکستان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، اس کی مدافعت کے محاذ کو میں تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت قائداعظمؒ کی ہدایت پر وہ تمام ضروری اقدامات کئے گئے جن کے نتیجہ کے طور پر ماہنامہ "طلوع اسلام" کے دور جدید کا اجراء، مئی 1938ء کے شمارہ کے ساتھ عمل میں آیا۔ اس ماہنامہ میں پرویزؒ صاحب نے قرآن کریم کے عطا فرمودہ "دو قومی نظریہ"، اسلامی مملکت کی ضرورت اور اس کے بنیادی تقاضوں پر گرانقدر مقالات لکھے۔ اس دوران کانگرسی اور نیشنلسٹ علماء کی طرف سے مسلمانوں کی جداگانہ آزاد مملکت کے خلاف جو کچھ لکھا جاتا رہا، اس کا آپ نے مؤثر دفاع کیا۔

علامہ موصوف اس وقت سرکاری ملازمت میں تھے، اس لئے مسلم لیگ کے سٹیج سے بات کرنا تو ان کیلئے دشوار تھا تاہم دہلی اور اس کے گردونواح کے ایسے تمام شہروں میں جہاں شام کو جا کر اگلے روز علی الصبح واپس آیا جا سکے، مسلم لیگ کے شبانہ جلسوں کے فوراً بعد اسی سٹیج سے بزم اقبال کی محفل آراستہ کی جاتی جس میں

پرویزؒ صاحب قرآن کریم اور فکر اقبالؒ کی روشنی میں تحریک پاکستان اور مسلمانوں کی جداگانہ مملکت کے تصور کو واضح طور پر قوم کے سامنے پیش کرتے۔

یہ عملی جدوجہد قیام پاکستان تک جاری رہی۔ حتیٰ کہ جب 1946ء میں سرخپوشوں اور کانگریس کی ملی بھگت سے مسلم اکثریت کے صوبہ سرحد میں، پاکستان میں شمولیت/عدم شمولیت کے سوال پر ریفرنڈم کرانا طے پا گیا تو پرویزؒ صاحب صوبہ سرحد میں تشریف لے گئے اور اس وقت کے سرحد مسلم لیگ کے صوبائی صدر خان بخت جمال خان اور ان کے رفقاء کی معاونت سے صوبہ سرحد کی کانگرسی وزارت اور سرخپوش لیڈر خان عبدالغفار خان کی ہمہ جہت مخالفتوں کے علی الرغم، سرحد کے مسلم عوام کا فیصلہ کن ووٹ پاکستان کے حق میں ڈلوانے میں کامیاب ہوئے۔

علامہ پرویزؒ 38-1937ء سے حضرت قائداعظم علیہ الرحمتہ کے، تحریک پاکستان کی دینی اساس کے موضوع پر ذاتی مشیر کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے۔ یہی وہ واحد شخصیت تھی جنہیں حضرت قائداعظمؒ سے پیشگی وقت لئے بغیر ان کی خدمت میں، کسی وقت بھی باریابی کا شرف حاصل رہا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ قائداعظمؒ نے قرآنی ہدایات سامنے آجانے کے بعد ہمیشہ انہی کے مطابق عمل کیا۔ پرویزؒ صاحب ان معدودے چند دانشوروں میں شامل ہیں جنہوں نے بقول پیر علی محمد راشدی، پاکستان کی سکیم کی تیاری میں مدد کی تھی۔

حضرت قائداعظمؒ، علامہ پرویزؒ پر غایت اعتماد رکھتے تھے اور ان کی رائے کو اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ جب اس کا وقت آیا تو ان سے پاکستان کے سیکرٹریٹ کیلئے مناسب افسروں کے انتخاب کیلئے سفارش طلب کی۔

قیام پاکستان کے بعد اپنی وفات تک جب کسی دریدہ دہن نے بانیٔ پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ یا ان کے رفقاء کے خلاف ہرزہ سرائی کی ناپاک کوشش کی تو یہی مردِ مجاہد آڑے آیا اور ہر موقع پر ایسے مدلل مقالات سپرد قلم کئے جن سے تحریک پاکستان کے ان زعماء کی عظمت کردار نکھر اور ابھر کر قوم کے سامنے آتی رہی۔

علامہ غلام احمد پرویزؒ نے 24 فروری 1985ء کو وفات پائی۔

2- مغربی مفکرین کی آراء:-

غالباً 1960ء کا ذکر ہے (Peter Schmid) نامی ایک جرمن اسکالر ہند و پاک کی سیاحت کے لئے آیا اور پرویزؒ صاحب سے بھی آکر ملا۔ بعد میں اس نے اپنے تأثرات اور افکار کو کتابی شکل میں مرتب کیا جس کا انگریزی ترجمہ (India-Mirage and Reality) کے نام سے شائع ہوا۔ جس کا اس زمانے میں بڑا چرچا ہوا۔ اس نے پرویزؒ صاحب سے اپنی ملاقات کا حال بڑے شگفتہ اور ڈرامائی انداز میں بیان کیا ہے۔ جیسا کہ احباب کو معلوم ہے پرویزؒ صاحب کے مکان میں ایک الگ کمرہ تھا جس میں وہ کام بھی کرتے اور وہیں ملنے والے آکر ملتے بھی تھے۔ اس کمرہ میں ان صاحب سے بھی ملاقات ہوئی جس کے تأثرات انہوں نے ان الفاظ میں بیان کئے:

> میں جب پچھلی مرتبہ پاکستان آیا تھا تو ایک مذہبی شخصیت، پیر مانکی شریف (مرحوم) سے ملا تھا۔ اس دفعہ ایک اور مذہبی شخصیت سے ملاقات ہوئی جس کی تعلیم اور وسعت ظرف اسے بالکل مختلف

زمرہ میں شامل کرتی ہے۔ قرآنک ریسرچ سینٹر' جس کے سربراہ جی۔ اے۔ پرویزؒ ہیں گلبرگ کے ایک مکان کی نچلی منزل میں واقع ہے۔ اسی گلبرگ میں جو فلم اسٹارز اور دیگر ارضی مخلوق کا مسکن ہے۔ ان کے کمرے میں کھانے پینے کے برتن اور ان کا کتب خانہ اور مسودات اس امر کی شہادت دیتے تھے کہ وہی کمرہ ان کا دفتر بھی ہے اور خوابگاہ بھی۔ اس مرد بزرگ کے چہرے کی عمیق لکیریں اور اس کی نیند کو ترسی ہوئی آنکھیں۔ سادہ سی دھات کے فریم کا چشمہ اور سفید بال اس حقیقت کے غماز تھے کہ وہ کسی گہری سوچوں میں ڈوبے رہتا ہے۔ ان سوچوں کی پیدا کردہ علمی اور فکری صلابت میں کچھ لوچ پیدا کرتی تھیں تو اس کی خواب آلود آنکھیں۔ اس کے نزدیک تقویٰ' ترک دنیا کا نام نہیں بلکہ اس دنیا کو صفات خدا کا آئینہ دار بنا دینے کی بالارادہ کوشش کا نام ہے۔

ذرا غور کیجئے کہ مغربی مفکرین کی نگاہیں کس قدر تیز ہوتی ہیں۔ پرویزؒ صاحب اکثر کہا کرتے ہیں' کہ مجھے یاد ہی نہیں پڑتا کہ مجھے کسی رات بھی گہری نیند نصیب ہوئی ہو۔ جس شخص کا دماغ دن بھر گہری سوچوں میں غلطاں و پیچاں رہے' اسے گہری نیند آ کیسے سکتی ہے؟ پرویزؒ صاحب نے اگر ہمیں یہ نہ بتایا ہوتا تو ہمیں شاید ہی اس کا احساس ہوتا کہ ان کی آنکھیں گہری نیند کو ترسی ہوئی ہیں۔ لیکن یہ مفکر پہلی نظر میں بھانپ لیتا ہے کہ اس شخص کی آنکھیں محروم خواب رہتی ہیں اور اس کی پیشانی کی لکیریں اس گراموفون ریکارڈ کی لکیریں ہیں جس میں صدیوں کی یاداشتیں مستور ہیں۔ اس کے بعد اس نے اپنی ملاقات کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے جس میں موضوع گفتگو بیشتر قرآن کے معاشی نظام اور کیمونزم کا تقابلی موازنہ تھا۔

ہالینڈ کے مشہور مستشرق (Dr. J.M.S. Baljon) نے 1961ء میں ایک کتاب شائع کی جس کا عنوان ہے (Modern Muslim-Koran-Interpretation) یعنی عصر جدید کے مسلم مفسرین قرآن۔ اس مقصد کے لئے اس نے برصغیر ہندوپاک سے تین مفسرین کا انتخاب کیا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد (مرحوم) علامہ عنایت اللہ المشرقی (مرحوم) اور پرویزؒ صاحب۔ کتاب میں اسؒ نے مختلف موضوعات پر ان ہرسہ مشاہیر کے علمی' فکری اور قرآنی افکار کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے جس سے اس کتاب نے بین الاقوامی شہرت حاصل کر لی ہے۔ پرویزؒ صاحب کی شخصیت کا تعارف کراتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ :

> پرویزؒ صاحب کی شخصیت کے حقیقی جوہروں کو ان کی درخشندہ تحقیقات اور بلند پایہ علمی صلاحیتوں میں تلاش نہیں کرنا چاہئے۔ مبداء فیض نے انہیں ان نوجوانوں کے لئے جن کا موجوں کے طلاطم میں گھرا ہوا سفینہ حیات' مذہبی لنگر کی تلاش میں ہو' اعلیٰ صلاحیتوں کا استاد اور باپ کی طرح شفیق دوست بنایا ہے۔ ان کی صاف اور شفاف نگاہ پیش آمدہ مسائل کی گہرائیوں تک پہنچ جاتی ہے اور ان کے متعلق ان کی بلا کاوش و تردد صائب رائے اور آزادانہ فیصلے ان کے اطمینان قلب و شرح صدر کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اس سے توقع کی جا سکتی ہے کہ ان کے اثر و نفوذ کا دائرہ دن بدن وسیع تر ہوتا جائے گا۔ (صفحہ 15)

س قدر صحیح ہے رائے اس محقق کی کہ پرویزؒ صاحب کا اصلی مقام ایک شفیق اور غم خوار باپ کا ہے۔ ہم انہیں یونہی "باباجی" نہیں کہتے۔ !

ڈاکٹر (Freeland Abbot) امریکہ کی (Tufts) یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے صدر اور بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں۔ انہوں نے "اسلام اینڈ پاکستان" کے نام سے 1965ء میں ایک بلند پایہ کتاب شائع کی تھی۔ اس میں انہوں نے فکر پرویزؒ اور تحریک طلوع اسلام کے متعلق بڑی تفصیل سے داد تحسین دینے کے بعد کہا ہے کہ:

پرویزؒ صاحب اس وقت پاکستان کے سب سے بڑے فعال اسلامی ریفارمر ہیں۔ (صفحہ 139)

یہ کتاب فکر پرویزؒ کو دنیا کے دور دراز گوشوں تک متعارف کرانے کا موجب بن گئی ہے۔

مستشرقین مغرب میں پروفیسر (E.I.J. Rosenthal) کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ انہوں نے (Islam In The Modern National State) کے عنوان سے ایک شہرۂ آفاق کتاب لکھی ہے جسے کیمبرج یونیورسٹی پریس نے 1965ء میں شائع کیا۔ اس میں انہوں نے پاکستان میں مختلف اسلامی تحریکوں کا وسیع جائزہ لیا اور پرویزؒ صاحب اور ان کی تحریک کا ذکر خاصی تفصیل سے کیا ہے۔

1970ء میں عزیز احمد اور G.E. Vongrune Baum کی مشترکہ تصنیف (Muslim Self Statement In India And Pakistan) کے نام سے شائع ہوئی تھی جس میں انہوں نے سرسید (علیہ الرحمۃ) سے لے کر صدر ایوب خان تک کے دور کے مختلف فکری اور سیاسی راہ نمایان ملت کی اسلامی کاوشوں کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ اس میں ایک پورا باب پرویزؒ صاحب کی فکر و تحریک کے لئے وقف ہے۔

عزیز احمد صاحب نے ایک اور کتاب (Pakistan Islamic Modernism In India) کے نام سے تصنیف کی جسے 1967ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے شائع کیا تھا۔ اس میں بھی پرویزؒ صاحب کی فکر و تحریک کا جائزہ لیا گیا ہے۔

کچھ عرصہ ہوا (McGill) یونیورسٹی (کینیڈا) کی طرف سے (Miss Sheila McDonough) نامی ایک طالبہ ڈاکٹریٹ کے لئے اپنی تھیسس کی غرض سے پاکستان آئی تھی۔ وہ کافی عرصہ یہاں رہی اور اس کے بعد (The Authority Of The Past) کے عنوان سے اپنا تحقیقاتی مقالہ لکھا جسے امریکہ اکادمی اوف ریلیجن نے 1970ء میں شائع کیا۔ اس میں اس نے سرسیدؒ، اقبالؒ اور پرویزؒ کو اپنی تحقیق کا موضوع قرار دیا ہے۔ مقالہ اگرچہ ایک طالب علم کا ہے لیکن اس سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ امریکہ اور کینیڈا وغیرہ کی یونیورسٹیاں فکر پرویزؒ کو ڈاکٹریٹ کے لئے تحقیقاتی مقالات کا موضوع منتخب کر رہی ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ (McDonough) نے (Social Import Of Parvez, Religious Thoughts) کے نام سے ایک اور تحقیقاتی مقالہ بھی شائع کیا ہے۔ وہ ابھی تک ہماری نظروں سے نہیں گذرا لیکن علمی حلقوں میں اس کا بھی ذکر آتا ہے۔

سوئزر لینڈ کے ڈاکٹر (P. Robert A. Butler) پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ لاطینی سے وابستہ اور عیسائی مشنری حلقہ کی ایک ممتاز شخصیت ہیں۔ فکر پرویزؒ کے ساتھ ان کی وابستگی کا اندازہ اس سے لگایئے کہ وہ طلوع اسلام کا التزاماً" مطالعہ کرتے ہیں اور پرویزؒ صاحب کی کوئی کتاب ایسی نہیں جسے وہ' اس کے شائع ہونے کے ساتھ ہی حاصل نہ کر لیتے ہوں۔ سال گذشتہ انہوں نے اپنے عرصہ دراز کے اس مطالعہ کا ماحصل (Idealogical Revolution Through The Quran) کے نام سے ایک تحقیقاتی مقالہ کی شکل میں شائع

کیا جس نے مشنری دوائر میں بالخصوص بڑی شہرت حاصل کی- اس مقالہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ اب حال ہی میں اس کا فرانسیسی زبان میں ایڈیشن ٹیونس (مراکو) سے شائع ہوا ہے۔

3- ہمصفیران چمن کے تاثرات:-

ترتیب و پیشکش -- محمد اسلام

بنی نوع انسان کی ہدایت' خالق کائنات نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے:
اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ○ (92:12)

اپنی اس ذمہ داری کو پورا کرتے ہوئے رب کائنات نے جو کتاب ہدایت نازل فرمائی' اس کے متعلق بتایا کہ:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَ فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ط--- (41:53)

یہ الحق قرآن کریم ہے جسے اللہ رحیم و کریم نے انسانیت کی ابدی رہنمائی کے لئے اپنے آخری پیغام مبر حضور نبی اکرم محمد مصطفیٰ' احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے نازل فرمایا- اس رسولؐ اور اس کے ہاتھوں بھیجے جانے والے ضابطہ زندگی کے متعلق فرمایا کہ:

هُوَالَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ (61:9)

"اللہ وہ ہے جس نے اپنا رسول' ہدایت اور حق پر مبنی نظام زندگی دے کر بھیجا ہی اس لئے ہے کہ وہ اسے تمام نظام ہائے عالم پر غالب کر دے- خواہ یہ بات مشرکین کو (ان لوگوں کو جو اللہ کے عطا فرمودہ نظام کے ساتھ انسانوں کے خود ساختہ نظام شامل کرتے ہیں) کتنی ہی ناگوار کیوں نہ گذرے"

اسی ضمن میں دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

هُوَالَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ط وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ○ (48:28)

"اللہ وہ ہے جس نے اپنا رسول' ہدایت اور حق پر مبنی نظام زندگی دے کر بھیجا ہی اس لئے ہے کہ وہ اسے' تمام نظام ہائے عالم پر غالب کر دے' اور اللہ اس بات کی نگرانی کے لئے کافی ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اس ضابطہ ہدایت کے مقام سے یوں روشناس کرایا کہ:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ .... (17:9) "بلاشبہ یہ قرآن' کاروان انسانیت کے (سفر زندگی) میں اس راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھی اور توازن بدوش ہے"

اس ضابطہ زندگی کے لانے والے رسول اعظمؐ کی بعثت کے مقصد کا تعارف اس طرح کرایا کہ:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِىْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ط..... (7:157)

"یہ رسول ان بوجھل سلوں کو اتار پھینکے گا جن کے نیچے انسانیت دبی چلی آرہی ہے اور ان زنجیروں کو کاٹ ڈالے گا جن میں وہ جکڑی ہوئی ہے"

اس آخری رہبرؐ انسانیت نے اپنے لائے ہوئے ضابطہ ہدایت کے مطابق وہ نظام قائم کیا جس میں شرف

انسانیت کی بالیدگی اور نشوونما اس طرح سے ہوگئی کہ ابن آدم نے پھر سے اپنی کھوئی ہوئی جنت کو پا لیا۔

حضورؐ کے خلفائے راشدینؓ نے اس نظام کو' انسانی امکانات کی وسعتوں تک' اس وقت کی معلوم دنیا کے تقریباً ہر گوشہ تک پہنچایا اور انسان پھر سے سر اٹھا کر چلنے کے قابل ہو گیا۔

یہ چیز ظاہر ہے ان مفاد پرست گروہوں کے لئے وجہ سوہان روح تھی جنہیں قرآن کریم مترفین کہہ کر پکارتا ہے اور جن کی زندگی کا مقصد ہی مجبور و مقہور انسانوں کی محنتوں کے ماحصل سے اپنے عشرت کدوں کی عیش سامانیاں بہم پہنچانا ہوتا ہے۔ انہوں نے پھر سر اٹھانا شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ غیر محسوس انداز میں خلافت علیٰ منہاج نبوت کو ملوکیت سے بدل دیا۔ وہ اسلام جسے رسولؐ عربی لائے تھے اور جس کے مطابق آپ کے خلفائے راشدینؓ نے دنیا میں امن و سلامتی اور خوشحالی و فراوانیوں کی بساط بچھائی تھی' بتدریج اس مجوسیت میں بدل دیا گیا جو اب ہمارے ہاں صدیوں سے مروج ہے اور جس میں انسانیت کا دم گھٹتا ہے۔ اسی کو اقبالؒ نے عجمی سازش کہہ کر پکارا ہے اور اسے ایک فقرہ میں سمٹا دیا ہے جس میں کہا ہے کہ :

"تسخیر ایران کا نتیجہ یہ نہ نکلا کہ ایران حلقہ بگوشِ اسلام بن گیا بلکہ یہ نکلا کہ اسلام' ایرانیت کے رنگ میں رنگا گیا"

(مقالہ بحوالہ نیو ایرا۔ 28 جولائی 1917ء)

ہمارے زمانے میں ہندوستان میں سب سے پہلے سید احمد خان مرحوم نے مسلمانوں کے اس ملی مرض کی تشخیص کی اور رجعت الی القرآن کا آوازہ بلند کیا' جسے حافظ علامہ محمد اسلم جیراجپوریؒ اور حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے آگے بڑھایا۔ سید احمد خان مرحوم اور ان کے بعد ان مفکرین کی مساعی کے نتیجہ میں اسلامیان ہند میں جو دینی بیداری پیدا ہوئی' اسی نے آگے چل کر تحریک حصول پاکستان کی شکل اختیار کی اور حضرت قائداعظمؒ محمد علی جناح جیسے دیدہ ور قائد کی قیادت میں انہوں نے 14 اگست 1947ء کو اپنے لئے ایک ایسی آزاد اور خود مختار مملکت حاصل کی جس کے حصول کی جنگ کے دوران اس کے قائدین بار بار یہ کہتے رہے کہ :

> "اسلامی مملکت کے امتیاز کا یہ تصور ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ اس میں اطاعت و وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے' جس کی تعمیل کا واحد ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً" نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ کسی پارلیمان کی' نہ کسی اور شخص یا ادارہ کی۔ قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے"
>
> (قائداعظمؒ محمد علی جناح' اورینٹ پریس .
>
> بحوالہ روزنامہ انقلاب لاہور مورخہ 8 فروری 1942ء)

یعنی یہ کہ اس مملکت کا نظام اللہ کے عطا فرمودہ ضابطہ زندگی' القرآن الکریم کے اصول و احکام کے مطابق تشکیل پائے گا۔ ہماری مذہبی پیشوائیت نے' جو مترفین کے ہراول دستہ کے طور پر کام کرتی رہی ہے' حصول پاکستان کی مخالفت کی اور اس کے لئے جو دلائل پیش کئے' ان پر جامع تبصرہ' تصور پاکستان کے خالق' حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے اپنے ایک شعر میں بڑے ہی خوبصورت انداز میں یوں بیان فرمایا ہے :

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
نادان سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

تحریک حصول پاکستان کے دوران' مذہبی پیشوائیت کی طرف سے مخالفت کے سدباب کے لئے جو محاذ قائم کیا گیا' اس کی سربراہی کے لئے قائداعظم محمد علی جناحؒ نے' حضرت علامہ محمد اقبالؒ کے ایماء پر جناب غلام احمد پرویزؒ کا انتخاب کیا (بحوالہ علامہ اقبال' قائداعظم' پرویزؒ' مودودی اور تحریک پاکستان از چوہدری حبیب احمد صاحب)- پرویزؒ صاحب نے حصول مقصد کے لئے مجلہ طلوع اسلام کا' 1938 میں دہلی سے از سر نو اجراء کیا اور پوری کامیابی سے اس فریضہ کو انجام دیا- ان ملی خدمات کے اعتراف کے طور پر 14 اگست 1989ء کو حکومت پنجاب نے "تحریک پاکستان گولڈ میڈل" کا اعزاز ان کی خدمت میں (بعد از وفات) پیش کیا- اس موقع پر جو "Citation" پڑھ کر سنائی گئی' اس کا ایک حصہ یوں تھا:

"علامہ پرویزؒ 38-1937 سے حضرت قائداعظم علیہ الرحمتہ کے' تحریک پاکستان کی دینی اساس کے موضوع پر ذاتی مشیر کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے- یہی وہ واحد شخصیت تھی جنہیں حضرت قائداعظمؒ سے پیشگی وقت لئے بغیر ان کی خدمت میں' کسی وقت بھی باریابی کا شرف حاصل رہا ہے- ان کا کہنا تھا کہ قائداعظمؒ نے قرآنی ہدایات سامنے آجانے کے بعد ہمیشہ انہی کے مطابق عمل کیا- پرویزؒ صاحب ان معدودے چند دانشوروں میں شامل ہیں جنہوں نے بقول پیر علی محمد راشدی' پاکستان کی سکیم کی تیاری میں مدد کی تھی"

(بحوالہ تحریک پاکستان گولڈ میڈل' مرتبہ شعبہ تحریک پاکستان' محکمہ اطلاعات و ثقافت' حکومت پنجاب- ایڈیشن اگست 1989ء و اگست 1990 صفحہ 33

اس رفاقت کے دوران' پرویزؒ صاحب نے اپنے قائدؒ کا کس درجہ کا اعتماد حاصل کیا' اس کی ایک جھلک حضرت قائداعظمؒ کے اس خط سے ملتی ہے جس کا عکس درج ذیل ہے اور جو انہوں نے پرویزؒ صاحب کو ان کے اس خط کے جواب میں لکھا تھا جو پرویزؒ صاحب نے تقسیم ہند کے اعلان کے بعد پاکستان کے متوقع قیام پر مبارکباد کے طور پر لکھا تھا-

MA

NEW DELHI

14th June, 1947.

Dear Mr. Parvez,

I thank you for your letter of of 13th June. Will you please send me the names of those who, you think, will be the real servants of our future Secretariat?

Yours sincerely,

M A Jinnah

G. A. Parvez, Esq.,
17, Turkman Road,
NEW DELHI.

جناب غلام احمد پرویزؒ نے ساتھ ہی ساتھ اپنے السابقون الاولون' سید احمد خانؒ' حافظ محمد اسلمؒ جیراجپوری اور حضرت علامہ محمد اقبالؒ کی ہم نوائی میں قرآن کریم کی خالص' منزہ اور بلند تعلیم' اچھوتے اور منفرد انداز میں پیش کرنے کے لئے علامہ محمد اقبالؒ کی نشان دہی پر سلسلہ معارف القرآن کا آغاز کیا جس کے نتیجہ میں' من و یزداں' ابلیس و آدم' انسان نے کیا سوچا' جوئے نور' برق طور' شعلہ مستور' معراج انسانیت' کتاب التقدیر' جہان فردا اور شاہکار رسالت جیسی بے نظیر کتابیں تصنیف ہوئیں۔ ان کے ہزارہا صفحات پر پھیلے ہوئے مختلف خطابات اور درسِ قرآن کی آڈیو اور ویڈیو کیسٹ اور ان کی دوسری تصنیفات ان کے علاوہ ہیں۔

پاکستان بن گیا تو مخالف پاکستان علماء ہجوم کر کے پاکستان آگئے (ماسوائے مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم اور مولانا حسین احمد مدنی مرحوم) اور اپنے شکست پندار کے انتقام کے طور پر جناب غلام احمد پرویزؒ کے خلاف' جنہوں نے اب اپنے اوپر یہ ذمہ داری لے رکھی تھی کہ قوم کو بتائیں کہ اس قرآنی نظام کے خط و خال کیا ہیں جس کے قیام کے لئے پاکستان حاصل کیا گیا تھا' صف آرا ہو گئے اور ان وسیع ذرائع ابلاغ کو بروئے کار لاتے ہوئے' جو انہیں بآسانی میسر تھے' اس زور و شور اور تسلسل و تواتر سے پراپیگنڈا کیا کہ آپ کا نام تک انتہائی رد عمل کا سبب بنتا گیا۔ لیکن جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ط (21:18)

"حق کی تعمیری قوتیں' باطل کی تخریبی قوتوں پر برابر ضرب کاری لگاتی رہتی ہیں اور اس طرح ان کا سر کچل کر رکھ دیتی ہیں اور باطل شکست کھا کر بھاگ جاتا ہے"

اور

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ○ (17:81)

"ان سے کہہ دیجئے کہ نظام حق و صداقت کا دور آگیا ہے اور باطل کی تخریبی قوتوں کا دور ختم ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ تخریبی قوتیں صرف اس وقت تک باقی رہتی ہیں جب تک حق و صداقت کی تعمیری قوتیں برسر عمل نہ آئیں۔ ان کی موجودگی میں تخریبی قوتیں ٹھہر نہیں سکتیں"

جناب غلام احمد پرویزؒ این و آں سے بے نیاز' زندگی بھر اپنے اوپر عائد ہونے والے فریضہ کی ادائیگی میں قرآن خالص کی تعلیم عام کرتے رہے اور مخالفت کے بادل چھٹتے چلے گئے۔ وہ اپنی زندگی کے آخری سانس تک قرآن کریم ہی کا پیغام حیات آدم اور بنی نوع انسان تک پہنچاتے رہے' تاآنکہ 24 فروری 1985 کی شام وہ اپنی حیات آخرت کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ان کی پھیلائی ہوئی قرآن خالص کی تعلیم اب برگ و بار لا رہی ہے اور یورپی ممالک کی طرح' پاکستان میں بھی فکر پرویزؒ پر یونیورسٹیوں کی اعلیٰ ڈگریوں کے لئے مقالات لکھے جانے لگے ہیں۔

محمد عمر دراز

پرویزؒ صاحب کو ہم سے جدا ہوئے دس سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا۔ کہنے کو تو کہہ دیا جاتا ہے۔ رفتید و لے نہ از دل ما' وہ اپنی تحریروں میں' اپنے افکار میں زندہ ہیں۔ ہم

سے اپنے وڈیو کیسٹوں کے ذریعے بات کرتے ہیں- قرآن پاک کا درس دیتے ہیں- توہمات کی بھول بھلیوں میں بھٹکتے ہوئے لوگوں کو قرآن پاک کی روشنی میں اندھیروں سے نکال کر صراط مستقیم کا پتہ دیتے ہیں- کتاب اللہ کا وہ مفہوم پیش کرتے ہیں کہ باغی سے باغی اور شکوک و شبہات میں ڈوبا ذہن بھی مطمئن ہو جاتا ہے-

خوش قسمتی سے میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں جنہیں ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہے- اس لئے جی چاہتا ہے کہ ان کے بارے میں کچھ باتیں کروں-

بات چاہے ان کی ذات کے بارے میں ہو ان کے خیالات و نظریات سے الگ نہیں ہوا جا سکتا- ان سے پہلی ملاقات غائبانہ ملاقات تھی- نصف صدی پرانی بات ہو گی- ایف ایس سی کے کورس میں لنکن کی زندگی کے متعلق کتاب تھی- "جھونپڑی سے وائٹ ہاؤس تک"--- جو چیز ذہن کو متاثر کر گئی وہ لنکن کی غلاموں کے حق میں اور غلامی کے خلاف جدوجہد تھی جس کے لئے آخر اس نے جان دے دی- دوسری طرف پڑھتے تھے کہ فلاں عباسی خلیفہ کے حرم میں اتنے سو لونڈیاں تھیں' فلاں کے پاس اتنے غلام تھے تو دل مانتا نہ تھا مگر جب یہ سنا کہ بیسویں صدی میں بھی شرق اوسط میں ایسے بازار تھے جہاں غلام اور لونڈیاں فروخت ہوتے تھے تو ایک طرف سر شرم سے جھک جاتا اور دوسری طرف ذہن بغاوت پہ آمادہ ہو جاتا-- دل کی گہرائیوں میں مذہب سے محبت---- نہ جائے رفتن' نہ پائے ماندن والی بات تھی-

میڈیکل کالج کے زمانے میں وہاں کی ریلیجس سوسائٹی میں مدعو ایک مشہور دینی سکالر سے ایک محفل میں یہی سوال پوچھا- 1944ء کا ذکر ہے- جنگ کے دن تھے انہوں نے جنگ اور جنگ کے قیدیوں کے حوالے سے بہت جواز پیش کئے' Concentration Camps کا ذکر بھی درمیان میں آیا مگر دل مطمئن نہ ہوا- ذہن میں شکوک و شبہات' دل میں مذہب سے لگاؤ- جب تک دل اور دماغ میں 'سمجھوتہ' نہ ہو نتیجہ منافقت ہی رہتا' نہ دل مانتا نہ ذہن اپنی ضد چھوڑتا' ایسے میں ایک دن ایک کتاب نظر آئی--- "قرآنی فیصلے" اس میں ایک باب کا عنوان تھا "غلام اور لونڈیاں" پڑھا- کسی مجھ جیسے پوچھنے والے کے جواب میں لکھا گیا تھا- بہت مختصر مگر برمحل (To the point)--- چند لفظوں میں 'نتارا' ہو گیا' آنکھوں کے آگے سے گویا پردہ ہٹ گیا- اندھیرے دور ہو گئے- منافقت کے ملگجے اندھیروں کی جگہ ایمان کی روشنی نے لے لی--- ذہن دلیل مانگتا ہے- اس مختصر سے باب نے یہی کیا- اللہ کی کتاب کی آیت جلیلہ سے بڑھ کر ایک مسلمان کے لئے اور کیا ثبوت اور قول فیصل ہو سکتا ہے-

پھر اتفاق یہ ہوا- اور کیا حسن اتفاق-- کہ 1960ء میں جب گلبرگ رہائش اختیار کی تو جو پہلا مکان کرائے پر لیا وہ تھا 121 ڈی- اس مکان اور 25 بی کے درمیان بس ایک سڑک تھی اور ایک خالی پلاٹ- اپنے گھر کی بالکونی سے اتوار کو ہونے والے اجتماع سے تجسس بڑھا- معلوم ہوا وہاں اس دن قرآن پاک کا درس ہوتا ہے- درس دینے والے وہی صاحب ہیں جن کے ایک جواب نے ذہن کو شکوک سے آزاد کیا تھا-- ایک اتوار درس میں پہنچ گئے---- درس ختم ہوا- لوگ کب رخصت ہوئے- کچھ یاد نہیں- اپنا تو یہ عالم تھا کہ نکلے جو میکدے سے تو دنیا بدل گئی-

پھر ہر اتوار درس پہ حاضری دل کا تقاضا ہو گیا- ذہن کی ضرورت بن گئی-

پھر ایسا ہوا کہ قریب بیٹھنے کا موقعہ ملا۔ اب ٹھیک سے یاد نہیں ایسا کیونکر ہوا۔ کوئی اپنا سوال تھا یا کسی ڈاکٹری مشورے کا معاملہ تھا۔ بہرحال رابطے کی ایک صورت نکل آئی۔ کچھ دیر کے بعد وہ گھر چھوڑنا پڑا۔ نیا گھر دور تھا فاصلہ بڑھا مگر رابطہ کم ہونے کی بجائے بڑھتا رہا۔ کوئی مسئلہ درپیش ہوا۔ کسی رہنمائی کی ضرورت ہوئی۔ بلاتکلف 25 بی کا رخ کیا اور وہاں سے ہمیشہ مطمئن لوٹا۔

اپنی افسانہ نویسی کا سفر بیس سال طے کر چکا تھا۔ ادبی حلقوں میں اٹھنا بیٹھنا تھا۔ اس زمانے کے مشہور ہفت روزہ 'لیل و نہار' میں مشہور شخصیتوں سے انٹرویو کا سلسلہ شروع ہوا۔ پرویزؒ صاحب سے غالباً" اشفاق احمد اور ناصر کاظمی نے انٹرویو کیا۔ ایک دن کافی ہاؤس میں ناصر کاظمی سے سنا۔ بھئی ہم مدتوں لفظوں سے کھیلتے چلے آرہے تھے اور خود کو بڑی شے سمجھتے تھے---- مگر اس شخص کے سامنے تو جیسے لفظ قطار اندر قطار ہاتھ باندھے کھڑے نظر آتے ہیں اور وہ لفظ کی اصل و حقیقت سے آشنا' لفظ کا باطن تک ان پر عیاں

ربط سے اسبات کا سچ ثابت ہو گیا' لفظ کیا ہے۔ عربی میں لفظ کی Root اس کے اصل کی عکاس ہے۔ قرآن پاک کے حوالے سے یہ کہ اللہ تعالٰی نے اگر کسی آیت میں ایک لفظ نازل کیا ہے تو وہی کیوں کیا؟ عربی زبان میں ایک مطلب کو نبھانے کے لئے متعدد الفاظ ہوتے ہیں' جنہیں مرادفات کہتے ہیں' مگر ان مرادفات میں کوئی دو لفظ بالکل ایک نہیں ہوتے۔ ان میں ہلکا ہلکا' لطیف سا (شیڈ) فرق ہوتا ہے۔ قرآن کا ہر لفظ اپنی جگہ ہمالیہ کی طرح محکم اور اٹل ہے۔ اسی لئے قرآن پاک کا دوسری زبانوں میں (کسی حد تک) مفہوم تو بیان ہو سکتا ہے ترجمہ نہیں ہو سکتا۔ مروجہ ترجموں میں زبان کا یہی عجز ہے کہ مفہوم پوری طرح پہنچ نہیں پاتا۔

قرآنی الفاظ پر مشتمل ان کی لغات القرآن اسی مشکل کو آسان کرنے کے لئے ترتیب دی گئی۔ یہ اتنا بڑا کام ہے کہ کوئی شخص ساری عمر میں ایک ہی اتنا بڑا کام کر جائے تو وہ گویا اپنے پیدا ہونے کا حق ادا کر گیا۔ ان کی تو اور بھی بیسیوں تصانیف ان کی علمی عظمت کی گواہ ہیں۔

بڑائی ان کی یہ تھی کہ کسی پہ اپنی عظمت کا رعب نہیں جماتے تھے۔ مخاطب کی سطح پر آکر بات کرتے تھے۔ یہی بات وہ علامہ اقبالؒ کے متعلق بتاتے تھے کہ وہ عالمی سطح کے فلسفیوں سے فلسفے کی زبان میں بات کرتے تھے اور بھاٹی موچی دروازے کے ان پڑھ عقیدت مند سے اس کی سطح پر آکر یوں بات سمجھاتے کہ وہ کسی احساس کمتری میں مبتلا نہ ہوتا۔

اس زمانے میں میری ایک ابتدائی سی کوشش' ایک ناول چھپ چکا تھا۔ ایک دن جانے کیا سوجھی میں نے وہ ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ یہ کہہ کر کہ-- اس شرمندگی کے ساتھ کہ' کسے کیا پیش کر رہا ہوں۔ یہ فقرہ پڑھا' مسکرائے اور کہا' یہ کیا کہا آپ نے ڈاکٹر صاحب

برآور ہرچہ اندر سینہ داری

ہمت افزائی کا یہ انداز بڑے لوگ ہی اپنا سکتے ہیں۔

ذاتی زندگی بڑی سادہ تھی' موٹا جھوٹا پہنتے' سادہ کھاتے۔

ٹی وی والے انٹرویو ریکارڈ کرنے کے لئے آئے تو ان کے پروڈیوسر نے کہا' "اگر آپ کپڑے بدل لیتے تو----!" بذلہ سنج اور حاضر جواب تو تھے ہی' فرمایا' بھئی میلے تو نہیں' صاف ستھرے ہیں اور کیا چاہئے۔

پروڈیوسر نے کہا--- "میرا مطلب ہے جی- کچھ ٹی وی کے تقاضے ہوتے ہیں- ٹی وی کیمرے کی ضروریات کہہ لیجئے- کچھ رنگ کیمرے میں اٹھتے ہیں کچھ ابھر نہیں پاتے"-

اپنے کشادہ کمرے (جس میں وہ دن اور رات کا بیشتر وقت گزارتے تھے اور جو ان کا سٹڈی روم بھی تھا' لائبریری بھی' ڈرائنگ روم بھی اور بیڈ روم بھی) کے ایک گوشے میں بچھے پلنگ کی طرف گئے' پلنگ کے نیچے سے اپنا جست کا بکس کھینچ کر نکالا- اسے کھولا اور عظیم صاحب (پروڈیوسر) سے کہا' "لو بھئی دیکھ لو' جونسا کہو پہن لیتا ہوں"

عظیم صاحب نے ان کے کل سرمائے کو الٹ پلٹ کر دیکھا' اور کہا "جو پہنا ہوا ہے وہی ٹھیک ہے"

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا" پرویزؒ صاحب ہنس دیئے-

دراصل وہ سارے کے سارے کپڑے (چند ہی تو تھے) اتنے سادہ اور ایک طرح سے بے رنگ سے تھے کہ کیمرے کی آنکھ کے لئے ایک برابر تھے-

کھانا سادا مگر بروقت کھاتے' مغرب کی نماز کے بعد-- (جی وہ نماز پڑھتے تھے اور بالکل اسی طرح جیسے میں' آپ یا کوئی بھی اور مسلمان)-- کھانا کھاتے' چھوٹی سی ٹرے میں عام سی چینی کی پلیٹ میں ساتھ رکھے پیالے میں سے سالن ڈالتے اور گرم گرم پھلکا ہوتا- سچ مچ کا پھلکا جس کے ہلکے ہلکے دو پرت ہوتے- پھلکا ختم ہونے سے پہلے نیا پھولا ہوا پھلکا اور آجاتا--- پورے دو پھلکے بھی نہ کھاتے- اس کے علاوہ نہ کوئی اور لوازمات ہوتے نہ سویٹ ڈش- بتاتے کہ معدہ بس اتنا ہی سہار سکتا ہے- ابتدائی عمر کی صوفیانہ ریاضتوں اور چلوں نے معدے کا عجب حال کر رکھا ہے- میں نے کہا بابا جی میرا معدہ تو ریاضتوں کے بغیر بھی بس یونہی سا ہے- کہنے لگے پیٹ کو گرم رکھا کرو- قمیص اٹھا کر پیٹ پر بندھا کپڑا دکھایا--- تم بس مفلر لپیٹ لیا کرو-

بظاہر ان کی صحت خاصی اچھی تھی اور یہ غالباً اسی کم اور سادہ خوراک کی وجہ سے تھی-

گھر سے باہر نہ کہیں آنا نہ جانا- ایک تو یوں بھی کہ لکھنے پڑھنے ہی سے فرصت نہ تھی اور پھر مخالفین نے فضا ہی ایسی قائم کر رکھی تھی- گھر ہی میں چہل قدمی کر لیتے یا گرمیوں کی شام پنکھا چلا کر کچھ وقت لان میں بیٹھتے- شیخ سراج الحق صاحب یا کبھی کبھار خلیل صاحب' میاں فاضل یا چوہدری لطیف ساتھ دیتے- شیخ صاحب سے زیادہ بے تکلفی تھی- شیخ صاحب انہیں چوہدری صاحب اور ان کی اولاد انہیں چاچا جی کہتی---- خلیل صاحب نے تو طلوع اسلام اور پرویزؒ صاحب کی محبت میں اپنا 25 بی والا پلاٹ ان کے لئے حاضر کر دیا تھا کہ یہ درس وغیرہ کے لئے زیادہ بر موقع تھا- خلیل صاحب دھان پان مگر ان تھک آدمی تھے - نیچروپیتھی میں دلچسپی لیتے- کھانے کے لئے نئے نئے فارمولے تلاش کر کے تیار کرتے- ان کا فریج مختلف Sprouting seeds کی تھالیوں سے بھرا ہوتا- دوسروں کو بھی ان کی افادیت سے آگاہ کرتے- ایک دن میں نے پرویزؒ صاحب سے کہا- خلیل صاحب نے کبھی آپ کو خوراک کے بارے میں مشورہ دیا- نہیں کہہ کر کہنے لگے- جانے دو ان کی ہر بات ماننے والی تھوڑا ہی ہوتی ہے- وہ تو وہ کچھ کھاتے ہیں جو بھیڑ بکریاں کھاتی ہیں-- یہ بات تو خیر مذاق تھا- خلیل صاحب کو وہ بہت عزیز رکھتے تھے-

میں نے کہا ناں کہ وہ گھر سے باہر کم ہی نکلتے تھے- ان کی زندگی کے وہ مہ و سال جو میں نے دیکھے بس

ایک نظر بند کے مہ و سال تھے۔ صبح کے ناشتے سے لے کر رات کو سونے تک بیشتر وقت ایک ہی کمرے میں گزرتا۔ سالوں یہی معمول اپنے ہی گھر کی چار دیواری میں بند--- مہینوں بعد گھر سے نکلے تو شیخ صاحب' یا حاجی حبیب الرحمٰن صاحب کے ہاں تھوڑی دیر کے لئے۔ یا میں کبھی کبھی انہیں اپنے گھر تک آنے پر آمادہ کر لیتا۔ موقع محل دیکھ کر' "باباجی آج موسم اچھا ہے' بارش ہے۔ ٹھنڈ ہے۔ سبز چائے مزہ دے گی۔ بن رہی ہے آجاؤں آپ کو لینے؟" نمکین سبز چائے پسند تھی۔ کہا کرتے تھے اسے بنانا ایک فن ہے۔ ہر کوئی نہیں بنا سکتا' میرے ہاں کی چائے ان کے معیار پر پوری اترتی تھی۔

"اچھا بھئی' بابا کو اغوا کرنے کا پکا ارادہ کر لیا ہے تو آجاؤ"

پیتے ایک ہی پیالی۔ مگر مزے لے لے کر۔ نہ اس کے ساتھ کچھ کھاتے' نہ اس میں کچھ ملاتے۔ ذوق ہر چیز کا بلند رکھتے۔ دور نزدیک سے آنے والے احباب ان کی من پسند چیزیں سوغات لاتے۔ یہی اچھی چائے اور پھل۔

ڈاکٹر صاحب آج آپ کو بھی اپنی چائے پلاتے ہیں۔ یہ عام بلیو لیبل یا گرین لیبل نہیں۔

میری بیگم سے کہتے۔ فریج میں سے کچھ سیب لے لو اپنے حصے کے۔ اصلی کشمیری سیب ہیں' بازار میں ایسے نہیں ملیں گے۔

چائے اور پھل ہی نہیں۔ مصوری' موسیقی ہر چیز کا ذوق بلند تھا۔ موسیقی کے رموز سے واقفیت تھی۔ راگ پہچانتے تھے' استاد بندو خان جیسے پائے کے فنکار ان کی فن شناسی سے آگاہ تھے۔

ساری عمر کسی معاملے میں زیر بار نہیں ہوئے۔ تحریک کے معاملے میں کبھی کسی سے مالی امداد قبول نہیں کی۔ رسالے کے معاملے میں بھی نہیں جو ہمیشہ سے خسارے میں رہا ہے کیونکہ اسے اشتہارات میسر نہیں جو رسالوں کے اخراجات پورے کرنے کا واحد ذریعہ ہیں--- کہتے تھے اگر کسی سے کچھ مدد لے لی تو قلم بے لاگ اور بے باک نہیں ہو سکتا۔ ہو سکتا ہے کبھی کوئی مصلحت اظہار خیال میں حائل ہو جائے--- اسی لئے ہمیشہ وہ لکھا جسے سچ سمجھا۔

قاعدے اور قانون کا عمر بھر پاس رکھا۔ کہا کرتے تھے۔ قرآن کا خدا قاعدے قانون کا خدا ہے۔ اس نے ہر بات کے لئے قاعدے اور قانون مقرر کر رکھے ہیں۔

ساری کائنات اس کے مقرر کردہ قوانین کی پابند ہے۔ اسی لئے یہ سلسلہ کائنات اس حسن و خوبی اور خوش اسلوبی سے چل رہا ہے-- یہی حسن کارگہہ حیات میں بھی کار فرما ہو اگر انسان وحی کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق نظام قائم کرے۔

یہی ان کے نزدیک' قیام پاکستان کا جذبہ محرکہ تھا اسی لئے وہ باوجود حکومت ہند کے ملازم ہوتے ہوئے تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن تھے۔ قائداعظمؒ کے معتمد ساتھی تھے۔ ان کے نزدیک پاکستان کا قیام نہ سیاسی معاملہ تھا نہ معاشی مسئلہ۔ یہ دین کا تقاضا تھا اور دین ایک ایسے ہمہ گیر نظام کا نام ہے جو زندگی کے تمام گوشوں پر محیط ہے۔ سیاست' معاشرت' معیشت' قومی' بین الاقوامی معاملات سبھی اس کے ماتحت آتے ہیں۔ یہ کسی کے تحت نہیں--- اور نظام قائم کرنے کے لئے آزاد مملکت لازم ہے۔ مملکت ہو تو نظام قائم ہو سکتا ہے۔ مملکت

نہ ہو تو مذہب صرف وعظ رہ جاتا ہے۔

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کار بے بنیاد

اسی لئے انہیں پاکستان سے والہانہ محبت تھی۔ آرزو تھی کہ کسی طرح یہاں وہ نظام قائم ہو جائے جس کا خواب اقبالؒ اور قائداعظمؒ نے دیکھا تھا۔ پاکستان کے مفادات کے خلاف اٹھنے والے ہر قدم کی انہوں نے نشاندہی کی۔ مخالفت کی۔ یہ کسی طرف سے بھی ہو' کسی سیاسی جماعت کی طرف سے ہو یا حکومت کی طرف سے' سوشلسٹوں کی طرف سے ہو' سیکولرزم کے حامیوں کی طرف سے یا پیشوائیت کی طرف سے ہو۔ اسی لئے حالت یہ تھی کہ۔

اپنے بھی ہیں ناخوش بیگانے بھی بیزار

تحریک یا کہہ لیجئے کہ سوچ کا یہ انداز اس لئے ست رفتار ہے کہ چاروں طرف سے مخالفت کا سامنا تھا۔ سب مفاد پرست اس کے درپے تھے۔ سرمایہ دار مخالف کہ وہ قرآن کی آواز بلند کرتے تھے اور بقول اقبالؒ

چیست قرآں خواجہ را پیغام مرگ

ملوکیت کی مخالفت سنت رسول پاک تھی---- ایک بار پھر بقول اقبالؒ

غلام فقر آں گیتی پناہم
کہ در دینش ملوکیت حرام است

رہے صوفی و ملا تو'

کیا صوفی و ملا کو خبر میرے جنوں کی
ان کا سر دامن بھی ابھی چاک نہیں

مقصد سے اس قدر لگن۔ جنون کی حد تک وفا کہ سب مخالفتیں قبول'---

ناصر یہ وفا نہیں جنوں ہے
اپنا بھی نہ خیر خواہ رہنا

سرمو اپنے مقام سے ہلنے کے لئے تیار نہ تھے۔ حق اٹل ہوتا ہے۔ باطل کا کوئی ایک مقام نہیں ہوتا۔

باطل دوئی پرست ہے حق لاشریک ہے
شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول

ذرا سا اپنے موقف سے ہلتے دنیا بھر کی آسائشیں' مال و دولت' مرتبہ' مقام ان کے قدموں میں ہوتے مگر انہیں محرومی اور نظربندی کی زندگی قبول تھی۔ ساری عمر نظربند رہے۔ بیمار ہوئے۔ ان سے کہیں کم تر لوگ سرکاری اخراجات پر بیرون ملک علاج معالجے کے مستحق گردانے گئے مگر جس شخص کے پاس قائداعظمؒ کا یہ آفر ہو کہ اپنے لئے جو مقام چاہو منتخب کر لو' اسے اس قابل نہ سمجھا گیا۔ سبک سر ہو کے وہ کچھ مانگنے کے قائل نہ تھے' واقعی

مقام فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہئے

ڈاکٹر صلاح الدین اکبر

محترمہ شمیم انور صاحبہ اور ڈاکٹر سید عبدالودود صاحب
کے تاثرات انگریزی سیکشن میں دیکھئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ غلام احمد پرویزؒ

عید آزاداں ------- عید محکوماں

رمضان المبارک کا مہینہ گذر رہا ہے' اور اس کے آخر میں عیدالفطر کا تیوہار بھی ہو گا۔ ان دنوں آپ نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر' رمضان المبارک کے فضائل اور عید کی برکات پر تقریریں سنی ہوں گی۔ یہ تقریریں آپ' اسلامی مملکت پاکستانیہ کے آزاد ذرائع ابلاغ سے 40 سال سے سنتے چلے آ رہے ہیں۔ یہ تقریریں کیا ہوتی ہیں؟ ایک رسم کی ادائیگی جس میں کوئی روح نہیں ہوتی۔ تقریریں کرانے والے انہیں اپنی اوفیشیل ڈیوٹی سمجھ کر بیگار ٹالتے ہیں۔ تقریریں کرنے والے اس لئے تقریر کرتے ہیں کہ اس کا انہیں کچھ معاوضہ ملتا ہے اور سننے والے انہیں اس لئے سنتے (یا سن لیتے) ہیں کہ اس سے ثواب ہوتا ہے۔ نہ کسی کو ان تقاریب کی معنوی حیثیت سے کچھ واسطہ ہوتا ہے' نہ اس سے کچھ غرض کہ' ہماری عملی زندگی سے ان کا کیا تعلق ہے۔

ہم طلوع اسلام کے پرانے فائلوں کی ورق گردانی کر رہے تھے کہ ان میں **لیلۃ القدر** اور عید کی تقاریب پر تین تقریریں ہماری نظر پڑیں۔ ان میں دو تقریریں پرویزؒ صاحب کی تھیں اور ایک علامہ اسلم جیراجپوری (علیہ الرحمتہ) کی' اور نشر ہوئی تھیں۔ 1940ء میں' آل انڈیا ریڈیو دہلی سے۔ اس زمانے میں سلطنت انگریز کی تھی اور حکومت عملاً ہندو کی جن کا ریڈیو پر کامل تسلط تھا۔ اور تقریر کرنے والے' پرویزؒ صاحب' خود اس حکومت کی ملازمت میں تھے۔ آپ •ان تقریروں کو دیکھئے جو ہماری محکومی کے زمانے میں انڈیا ریڈیو سے نشر ہوتی تھیں اور پھر ان تقریروں کو سامنے لائیے جو مملکت اسلامیہ پاکستانیہ کے آزاد ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے نشر ہوتی ہیں۔ اور اس کے بعد اگر آئینہ پاس ہو تو اس میں اپنی صورت دیکھئے۔ طلوع اسلام۔

☆

پہلی تقریر

<u>لیلتہ القدر</u> :- دنیا کی کسی قوم کو لیجئے۔ سال میں کچھ دن ایسے آئیں گے جن میں وہ جشن و مسرت کے تیوہار منائے گی۔ جب دنیا میں مسلمان آئے تو ان کے ذمے عدل و انصاف کے پھیلانے اور جور و استبداد کے مٹانے کیلئے ایسے اہم فرائض عائد کئے گئے کہ انہیں فرصت ہی نہ تھی کہ وہ اس قسم کے مسرت و شادمانی کے جشن منائیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کی داستان زندگی میں بعض واقعات ایسے

تھے جن کی یاد قائم رکھنا اقوام عالم کی موت و حیات کے اصولوں کی یاد تازہ کرنا تھا۔ یہ اس ملت کے تیوہار ہیں اور ان تیوہاروں میں سب سے نورانی وہ جس کا مطلع ہلال رمضان اور مقطع روز عید ہے۔ جس عظیم الشان واقعہ کی یاد میں یہ تیوہار منایا جاتا ہے اس کی عظمت و رفعت خود بتا دے گی کہ اس تیوہار کو کتنا اہم ہونا چاہئے۔

قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رشد و ہدایت کیلئے مختلف ملکوں اور مختلف زمانوں میں اپنے رسول بھیجے جو لوگوں تک خدا کا پیغام پہنچاتے رہے۔ لیکن خدا کے یہ پیغامات اپنی اصلی شکل میں کہیں محفوظ نہ رہ سکے۔ کہیں یہ زمانے کے انقلابات کے ہاتھوں مٹ گئے اور کہیں خود انسانوں نے اپنے ہاتھوں سے ان کی صورت مسخ کر دی۔ اب ذرا تصور میں لایئے ایسے منظر کو کہ نگاہیں ذوق نظارہ کے لئے بیتاب ہوں' لیکن دنیا سے روشنی گم ہو جائے۔ زندگی کا مدار صاف ہوا پر ہو' لیکن فضا مہلک جراثیم سے بھرپور ہو جائے۔ جان ناتواں پیاس کی شدت سے پھڑک رہی ہو' لیکن پانی کے ہر چشمے میں زہر مل چکا ہو۔ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اگر یکایک سورج بے نقاب ہو کر سامنے آجائے۔ اس مہلک فضا کی جگہ باد نسیم کے خوشگوار جھونکے نزہت و لطافت کی ہزار جنتیں اپنے جلو میں لئے ایک نئی زندگی کا سامان پیدا کر دیں۔ ان زہر سے بھرے ہوئے چشموں کی جگہ ایک جوئے رواں مچلتی' لوٹتی' مسکراتی دامن کہسار سے تازہ ولولوں کی بشارتیں لئے بڑھتی چلی آئے۔ تو فرمایئے کیا یہ واقعہ ایسا نہیں ہو گا کہ اس کی یاد اس وقت تک قائم رکھی جائے جب تک دنیا میں زندگی کے قیام و بقا کے لئے نفیس روشنی' لطیف ہوا اور صاف پانی کی ضرورت ہے؟ یہ آفتاب جہانتاب' یہ نسیم حیات پرور' یہ کوثر و تسنیم کی جوئے رواں ہمارے اللہ کا وہ پیغام ازلی ہے جو قرآن کریم کی شکل میں دنیا کو اس وقت ملا جب حیات انسانی کے ہر شعبے پر مردنی چھا چکی تھی اور زندگی کی تاریک رات میں امید کی کوئی کرن نظر نہ آتی تھی۔ اس لئے مسلمانوں کے نزدیک اس سے بڑھ کر جشن و مسرت کی تقریب اور کوئی نہیں۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○(10/57-58)

اے انسانو ! تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی جانب سے (ایک ایسا زندگی عطا کرنے والا پیغام) آگیا (جو سرتاپا) نصیحت ہے۔ دل کی تمام بیماریوں کے لئے شفا۔ اور ہدایت و رحمت ہے ان کے لئے جو اس کی صداقتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ اے رسول تم ان سے کہدو کہ یہ اللہ کا فضل ہے اور اس کی رحمت۔ پس چاہئے کہ اس پر خوشی منائیں (یہ قدرت کا عطیہ) ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جسے یہ لوگ دنیا میں جمع کرتے رہتے ہیں۔

یہ ہے وہ نور مبین جس سے رمضان کے مہینے میں چشم انسانیت نے بینائی حاصل کی۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ (2/185)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن کا نزول ہوا۔ وہ قرآن جو انسان کیلئے راہ نما ہے۔ ہدایت کی

روشن صداقتیں اپنے اندر رکھتا ہے اور حق کو باطل سے الگ کر دینے والا ہے۔

اور اسی پاک مہینے میں وہ مبارک رات ہے جس میں نور خداوندی کی پہلی جھلک سے دنیا کی نگاہیں آشنا ہوئیں۔

إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ۝ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَٰمٌ هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ ۝ (97/1-5)

ہم نے اس کتاب مبین کو عظمتوں والی رات میں نازل کیا ہے۔ تم کیا جانو کہ یہ عظمتوں والی رات کیا ہے؟ وہ رات جو اپنی قدر و قیمت میں ہزار مہینوں سے افضل ہے جس رات میں فرشتے اور جبریل امین اپنے رب کے فرمان کے بموجب امن و سلامتی کی جنت اپنے آغوش میں لئے دنیا پر نازل ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ دنیا نور سحر سے جگمگا اٹھتی ہے۔

اس مقدس رات میں اللہ تعالیٰ کے اس ضابطہ قوانین کا نزول شروع ہوا۔ جس کا ایک ایک لفظ سرتاپا حق و یقین ہے۔ **وَإِنَّهُۥ لَحَقُّ ٱلْيَقِينِ ۝** (69/51) جس میں کہیں کسی جگہ شک و شبہ اور قیاس و تخمیم کی کوئی گنجائش نہیں۔ **لا ریب فیہ** ایسا حق کہ باطل اس کے پاس نہیں پھٹک سکتا۔ (41/42) حق کہتے ہی اسے ہیں جو ثابت ہو۔ اٹل ہو۔ امٹ ہو۔ اپنی جگہ پر قائم ہو۔ حقیقت کے ہر معیار پر پورا اترے۔ علم و بصیرت کی ہر کسوٹی پر کھرا ثابت ہو۔ اور اس کے برعکس باطل وہ جو مٹ جانے والا ہو جو باقی نہ رہ سکے۔ قرآن کا دعویٰ ہے کہ وہ حق ہے۔ باطل کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ علم و دانش ہے۔ توہم پرستی کا اس میں کوئی شائبہ نہیں۔ کسی خاص ملک' خاص قوم اور خاص جماعت کی ہدایت کیلئے نہیں۔ بلکہ نسلی' لسانی' طبقاتی' وطنی' قبائلی حدود و قیود کو توڑ کر تمام دنیا کے لئے یکساں طور پر آئین حیات ہے۔ پھر جس طرح یہ صحیفہ فطرت مکانی حدود سے بلند ہے۔ اسی طرح زمانی قیود سے بھی ناآشنا ہے۔ یعنی جس طرح فطرت کی کوئی شے ایسی نہیں جو کسی زمانے میں یہ کہدے کہ میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی۔ اسی طرح قرآن کریم بھی یہ کبھی نہ کہے گا کہ بس اب میں تھک گیا۔ اب کسی اور رہبر کی تلاش کرو۔ قطعاً" نہیں۔ قرآن کریم کی آیات کو کھولتے جایئے۔ جہاں اندر جہاں' زمانہ در زمانہ ان کے پیچ و خم میں لپٹا ملے گا۔ فطرت کی کسی چیز کو لیجئے۔ مثلاً پانی۔ اس کے متعلق ابتدائی انسان اتنا ہی جانتا تھا کہ اس سے پیاس بجھ سکتی ہے' یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ اس سے نہایا بھی جا سکتا ہے۔ لیکن پانی کے اندر چھپی ہوئی خصوصیتیں۔ اس کی (Latent Properties) زمانے کی عقل و علم' تجربہ و مشاہدہ کے ساتھ ساتھ یوں کھلتی گئیں گویا وہ اس کی لہروں کے پیچ میں لپٹی ہوئی تھیں۔ آج پانی سے جس قدر کام لئے جاتے ہیں' ابتدائی زمانے میں بھی یہ خصوصیتیں پانی کے اندر موجود تھیں اور آج بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ پانی کے اندر جس قدر قوتیں خوابیدہ ہیں وہ سب کی سب بیدار ہو چکی ہیں۔ اس فضا کو دیکھئے جو کل تک خالی سمجھی جاتی تھی آج اس میں ایتھر کی لہروں نے ایک نئی دنیا آباد کر دی ہے۔ ایتھر تو پہلے بھی موجود تھا اسی خلا میں لپٹا ہوا اس انتظار میں تھا کہ انسانی علم و دانش کی سطح بلند ہوتے

ہوتے اس کو آن چھوئے اور یہ اپنی چھپی ہوئی قوتوں کے خزانوں کی چابیاں اس کے حوالے کر دے۔ یہی کیفیت مسلمانوں کے نزدیک قرآن کریم کی ہے۔ زمانہ علم و عقل کی جس سطح تک چاہے بلند ہوتا چلا جائے قرآن کریم اس سے بھی آگے نظر آئے گا کہ ہمارا ایمان ہے کہ یہ اس خدا کی کتاب ہے جس کی نگاہوں سے کوئی حقیقت پوشیدہ اور جس کے علم سے کوئی شے باہر نہیں ہے۔ ہم مسلمانوں کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ قرآن کریم محض چند نظری عقیدوں کا مجموعہ نہیں بلکہ انسانی زندگی کے ہر شعبے میں ضابطہ قوانین ہے۔ مذہب، سیاست، تمدن، تہذیب، معاشرت، معاشیات غرضیکہ دین و دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس کے متعلق اس کے اندر ہدایت کے اصول موجود نہ ہوں۔ ایسے اصول جو سب سے محکم اور سیدھی راہ دکھانے والے ہیں۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (17/9)

بلاشبہ یہ قرآن اس راہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ متوازن راہ ہے۔

یہی وہ توازن بدوش راہ تھی جس پر چل کر ایک اونٹ چرانے والی، کھجوروں کی گٹھلیوں پر گذارہ کرنے والی بادیہ نشین قوم دیکھتے ہی دیکھتے ایک طرف قیصر و کسریٰ کی دولت و سلطنت کی وارث بن گئی اور دوسری طرف دنیائے جہانداری و جہانبانی میں حسن و اخلاق کے اس مقام تک پہنچ گئی جس کی یاد آج تک دلوں سے محو نہیں ہوئی۔

آج بھی ہم مسلمانوں کے پاس وہی قرآن موجود ہے، اور آج بھی اس کی ویسی ہی تلاوت ہوتی ہے۔ اسی رمضان شریف میں دیکھئے، لاکھوں مرتبہ اسے دہرایا گیا ہو گا۔ پھر کیا ہے کہ آج مسلمانوں کی حالت عام طور پر ویسی نہیں ہے جیسی پہلے مسلمانوں کی تھی۔ وجہ ظاہر ہے۔ قرآن کریم قوانین کا مجموعہ ہے اور قوانین ہمیشہ عمل کرنے کے لئے ہوتے ہیں، محض پڑھنے کیلئے نہیں ہوتے۔ پڑھا انہیں اس لئے جاتا ہے کہ ان پر عمل کیا جائے۔ جب سے یہ لم نگاہوں سے اوجھل ہو گئی ہم مسلمانوں کی یہ حالت ہو گئی کہ قدم چلتے ہیں لیکن منزل قریب نہیں آتی، کام ہو رہے ہیں لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔ اور یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں، خود اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں فرما دیا ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (20/124)

اور جو شخص ہمارے قرآن سے روگردانی کرے گا تو اس پر روزی تنگ ہو جائے گی۔ اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔

آج دنیا دل کے اضطراب اور روح کی پریشانی کے جس جہنم سے گذر رہی ہے۔ ضرورت تھی کہ جس قوم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی زندہ و پائندہ کتاب کا وارث بنایا تھا وہ انسانیت کو اس پریشانی اور اضطراب سے نجات حاصل کرنے کا راستہ بتاتی۔ لیکن دوسروں کو جگانے والے جب خود ہی سو جائیں تو مخلوق کی حفاظت کس طرح ہو۔ راستہ دکھانے والا جب چراغ ہدایت کو دامن میں چھپا لے تو منزل تک کیسے پہنچا جائے۔ لیکن ان چیزوں کے باوجود ہمارے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ دنیا چاروں طرف سے تھک تھکا کر خود ہی روشنی کی تلاش میں سرگرداں پھر رہی ہے۔ اس لئے روشنی کے علمبردار زمانے کے ہاتھوں مجبور ہوں گے کہ اللہ کی دی ہوئی روشنی سے تمام پردے اٹھا کر خود بھی راہ راست پر ہو لیں اور دنیا کو

بھی اطمینان اور سکون کی جنت کا راستہ دکھائیں۔ ہم مسلمانوں نے جب پھر سے ایک مرتبہ قرآن کریم کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا تو پھر دیکھئے گا کہ ہم جس مٹی کو ہاتھ لگاتے ہیں وہ کس طرح سونا بن جاتی ہے۔ ہماری ہر آرزو کس طرح پوری ہو جاتی ہے۔ اس وقت ہمیں معلوم ہو گا کہ لیلتہ القدر کی صحیح عظمت کیا ہے۔ ہم اس کی قدر و قیمت اس وقت پہچانیں گے جب ہمیں قرآن کی قدر ہو گی اور جب قرآن کی قدر ہو گی تو اپنے آپ کی قدر ہو گی اور جب اپنی قدر ہو گی تو قدر و قیمت کے تمام غلط معیار نگاہوں سے گر جائیں گے۔

☆

دوسری تقریر

روزوں کی عید :- قرآن کریم کے نزول کی سالگرہ منانے کا وہ جشن مقدس جس کی ابتدا رمضان المبارک کے چاند سے ہوئی تھی آج اس کا آخری دن ہے۔ جس طرح اس تیوہار کی تقریب نرالی ہے اسی طرح اس کے منانے کا انداز بھی انوکھا ہے۔ جشن و مسرت کے تیوہار عام طور پر کسی انسان کی یادگار قائم رکھنے یا کسی تاریخی واقعہ کو محفوظ کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ لیکن اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ انسانوں کی یادگاریں مٹ سکتی ہیں اور دنیاوی واقعات بھلائے جا سکتے ہیں پر خدا کا وہ پیغام جو قرآن کریم کے اندر محفوظ کر دیا گیا ہے کبھی مٹ نہیں سکتا' کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اس نے لی ہے جو زندہ ہے اور کبھی مر نہیں سکتا۔ ایسا قائم ہے کہ اسے کبھی فنا اور زوال نہیں۔ یہ جشن عید اسی خدائے حی و قیوم کی زندہ و پائندہ کتاب کے نزول کی یادگار ہے اور جب تک دنیا باقی رہے گی یہ یادگار بھی باقی رہے گی۔ دنیا کے بڑے بڑے مورخ اس پر شاہد ہیں کہ قرآن کریم کا ایک ایک لفظ وہی ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے مسلمانوں کو ملا تھا اس میں کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل نہ اس سے پہلے ہوا ہے نہ اس کے بعد ہو گا۔ کہ جس کا محافظ خود اللہ ہو' اس میں کون رد و بدل کر سکتا ہے۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ۔ واللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ و للہ الحمد۔

پھر اسے بھی دیکھئے کہ دنیا کے جشن عام طور پر کھیل' تماشا' راگ' رنگ' عیش و نشاط سے منائے جاتے ہیں لیکن شعائر الہٰی کی یادگار کے جشن منانے کے لئے ایک جداگانہ پروگرام تجویز کیا گیا ہے۔ اس کے لئے مہینہ بھر سے تیاریاں کی جا رہی تھیں۔ اسلام کے معنی خدا کی اطاعت کے ہیں۔ زبردستی اطاعت نہیں' بلکہ دل کی خوشی سے برضا و رغبت اطاعت۔ یہ اسی کی اطاعت ہے کہ ایک عبد مومن حرام اور ناجائز شے کو چھو نہیں سکتا۔ اس کے ہاتھوں کسی شخص کے مال' جان' آبرو کو ناحق کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اسی جذبہ اطاعت کی تقویت کیلئے حکم دیا گیا کہ اس کے حکم کے ماتحت کچھ وقت کیلئے حلال اور طیب چیزوں کو بھی چھوڑ دیا جائے تاکہ حرام اور ناجائز کی طرف کبھی نگاہ بھی نہ اٹھنے پائے۔ انہیں دن بھر بھوک اور پیاس کی شدت برداشت کرنے کا خوگر بنایا گیا۔ تاکہ یہ جہاد زندگی کے سخت ترین مرحلوں سے ہنستے کھیلتے گذر جانے کے عادی ہو جائیں۔ انہیں راتوں کو مساجد میں جمع کیا گیا کہ قانون خداوندی کا وہ ضابطہ جس کے ماتحت انہیں زندگی بسر کرنا ہے پورے کا پورا مسلسل ذہن نشین

ہوتا چلا جائے۔ گویا یہ ایک سالانہ ٹریننگ کیمپ تھا جس میں زندگی میں تازہ ولولے پیدا کرنے کے سامان فراہم کئے گئے تھے۔ ایک یادداشت تازہ کرنے والا (Refresher Course) تھا جس میں خدا اور بندے کے براہ راست تعلقات کی یاد تازہ کی گئی تھی سالانہ محاسبہ (Stock Taking) تھا جس میں سال بھر کے اعمال اور نتائج کی جانچ پڑتال کر کے جائزہ لینا تھا کہ ہم ایک سال میں کس حد تک آگے بڑھے ہیں۔ جب پورے ایک ماہ کی محنت اور اطاعت کے بعد دلوں میں تزکیہ' نگاہوں میں بصیرت' ذہن میں جلا اور روح میں بالیدگی پیدا ہو گئی تھی تو ان تمام کو یکجا جمع ہونے کا حکم دیا گیا تاکہ وہ سر جوڑ کر بیٹھیں اور سوچیں کہ انہیں اس زندگی کے حاصل کرنے اور قائم رکھنے کے لئے کیا کچھ کرنا ہے۔ جو جماعت مومنین کی خصوصیت ہے اور جس کے وعدے قرآن کریم کے ایک ایک صفحہ پر سچے موتیوں کی طرح ابھرے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ اس سوچ بچار کے بعد اپنے لئے ایک پروگرام تیار کریں جس کا اعلان ان کا منتخب امام اپنے خطبہ میں کرے۔ اس کے بعد ان کے نمائندے اس طے شدہ پروگرام کو لیکر ملت اسلامیہ کے مرکز محسوس یعنی بیت اللہ شریف کی طرف روانہ ہو جائیں جہاں ان مختلف مقامی پروگراموں کی روشنی میں تمام ملت کیلئے مشترکہ نظام تجویز کیا جائے۔ یہ ہیں اس جشن مسرت کے مختلف اجزاء' اور یہ ہے ان اجزا کی اجمالی تفصیل۔ انہیں سامنے رکھئے اور پھر دیکھئے کہ یہی تقریبیں جن کے ہر گوشہ بساط پر کبھی زندہ آرزوئیں مچلتیں اور تازہ ولولے رقص کرتے تھے اصلی روح کے نگاہوں سے اوجھل ہو جانے پر کس طرح رفتہ رفتہ رسمی اجتماعوں کی شکل اختیار کر گئیں۔

بقول حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمتہ

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں' تو باقی نہیں ہے

آپ عید گاہ میں پہنچیں گے تو آپ کو نماز کے مسائل سمجھائے جائیں گے۔ بتایا جائیگا کہ صفیں کس طرح سیدھی رکھنی چاہئیں' دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ کتنا ہونا چاہئے۔ کندھے کے ساتھ کندھا کس طرح ملانا چاہئے۔ ہاتھ کس طرح باندھنے اور کہا تک اٹھانے چاہئیں' تکبیریں کس طرح کہنی چاہئیں۔ یہ سب چیزیں اپنی اپنی جگہ ضروری ہیں اور ان کی پابندی لازمی لیکن ان ظاہرہ ارکان کی پابندی کے ساتھ ساتھ یہ جاننا بھی تو ضروری ہے کہ آپ وہاں جمع کس غرض کے لئے ہوئے ہیں۔ نماز آپ کو کیا پیغام حیات دیتی ہے۔ جماعت کے ساتھ ملنا کیوں ضروری ہے۔ جماعت ایک ہی کیوں ہوتی ہے۔ متعدد کیوں نہیں ہو سکتیں۔ امام بھی ایک ہی کیوں ہوتا ہے اور اس کی ایک آواز پر بلا چوں و چرا سب کو ایک ہی حرکت کیوں کرنی پڑتی ہے۔ اس سے کہیں بھول چوک ہو جائے تو اس کی اطاعت سے کیوں سرتابی نہیں کی جاتی اور اس کے لئے بھی جہا تک ممکن ہو غلطی سے بچنا کس قدر ضروری ہے کہ اس کے سہو کا کفارہ پوری جماعت کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ یہ جھکنا کیا ہے' یہ اٹھنا کیسا ہے' کس طرح

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

وحدت افکار و کردار' یعنی خیالات میں یکسانیت اور اعمال میں یک رنگی' قوموں کی زندگی کے یہی بنیادی

اصول ہیں اور ان چیزوں کے حاصل کرنے کے لئے تمام قومیں مختلف قسم کی جدوجہد کرتی ہیں لیکن اسلام میں یہ سب کچھ از خود موجود ہے- اور موجود ہے اس للّہیت کو لئے ہوئے جو مسلمانوں کا امتیازی نشان ہے لیکن آج مسلمانوں میں افکار اور اعمال کی وحدت کی جو کمی نظر آتی ہے اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ

رہ گئی رسم اذاں' روح بلالی نہ رہی

ہمارے ان مناسک اور شعائر کی شکلیں باقی ہیں لیکن اصلی روح باقی نہیں رہی اور ان کی شکلیں بغیر روح کے ایسی ہی ہیں جیسے جسم بغیر جان کے یا نیام بغیر تلوار کے- لیکن اس کے باوجود ایک اہم نکتہ کو فراموش نہیں کرنا چاہئے- ہر چند ہمارے ان اجتماعوں میں آج وہ روح باقی نہیں رہی لیکن ان کی پابندی اور قیام نہایت ضروری ہے- اس لئے کہ ہماری فلاح اور سعادت جب بھی آئے گی انہی شعائر کی راہ سے آئے گی- آپ تاریخ انسانیت کے بہترین زمانہ یعنی عہد رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم پر نگاہ ڈالئے- نظر آجائے گا کہ فلاح اور سعادت کے چشمے انہی چٹانوں سے پھوٹے تھے- اس لئے ہمارے لئے' مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں- خدا کی زندہ کتاب ہمارے پاس ہے- اسی میں اس کے رسولؑ کا اسوہ مقدسہ' روشنی کے بلند مینار کی طرح ہماری راہ نمائی کے لئے موجود ہے- اس کی برگزیدہ جماعتوں کے کارنامے' مردہ دلوں میں نئے ولولے پیدا کرنے کے لئے ہمارے سامنے ہیں- بس اتنی ضرورت ہے کہ ہم ہر طرف سے کٹ کر اپنے آپ کو پھر سے اسی نظام سے وابستہ کر لیں تو انہی چٹانوں سے ہمارے لئے زندگی کے چشمے اسی گرمجوشی سے ابلنے لگ جائیں گے- اور ان کی سیرابی سے ہماری ملت کے گلستان میں پھر سے بہار آنے لگے گی-

نہیں اقبال نومید اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

میری طرف سے آپ احباب کو مبارک ہو وہ عید جو ہمارے سامنے اسلامی زندگی کے جمال و جلال کی جھلک پیش کر کے اس بھولے ہوئے عہد و پیمان کی یاد تازہ کر دیتی ہے کہ

اللّٰہ اکبر- اللّٰہ اکبر- لا الہ الا اللّٰہ- واللّٰہ اکبر- اللّٰہ اکبر و للّٰہ الحمد-

ہر قسم کی بڑائی اللہ کے لئے ہے- اس کے سوا کوئی اور ایسا نہیں جس کے سامنے جھکا جائے- کبریائی اور ستائش کی سزاوار اسی کی ذات ہے-

(پرویزؒ)

☆

تیسری تقریر از علامہ اسلم جیراجپوریؒ

عید کا پیغام :- آج عید ہے- یہ دن اس لحاظ سے سال بھر میں مسلمانوں کا سب سے بڑا خوشی کا دن ہے کہ ایک مہینہ روزہ رکھنے کے بعد نصیب ہوتا ہے-

دن نکلتے ہی نہا دھو کر اور صاف ستھرے کپڑے پہن کر اللہ کا نام لیتے ہوئے' اس کی حمد اور تکبیر کرتے ہوئے اور اللہ اکبر- اللہ اکبر- لا الہ الا اللہ- واللہ اکبر- اللہ اکبر- وللہ الحمد پڑھتے ہوئے عید گاہوں میں آکر جمع ہوتے ہیں- جہاں سب کے سب ایک امام کے پیچھے صف بستہ ہو کر عید کا دوگانہ ادا کرتے ہیں اور اپنے مالک کے حضور میں عاجزی اور نیاز مندی کے ساتھ اس مبارک مہینے کے دنوں

کے روزوں اور راتوں کی عبادتوں اور ریاضتوں کی قبولیت اور اپنی مغفرت کی دعائیں مانگتے ہیں اور خدا کی عظمت و جلال کے آگے خوف اور امید سے گڑگڑا کر اپنے دلوں کا خون آنکھوں کی راہ سے بہاتے ہیں۔

کتنا سنجیدہ تیوہار ہے اور کس قدر متین ! سب کی زبانوں پر اللہ کا نام ہے اور دلوں میں اسی کا خیال۔ نہ شور ہے نہ شر' نہ شورش ہے نہ جوش' نہ کھیل ہے نہ کود' نہ نقل ہے نہ سوانگ۔ بس ایک رضائے الٰہی سب کے پیش نظر ہے اور سب اسی کے آگے سجدہ کرنے اور اپنی دلی آرزوئیں پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔

بے شک عید خوشی کا دن ہے۔ کیونکہ مسلمان اپنے اکیلے رب کا بندہ ہے۔ اس کی خوشی یہی ہے کہ اپنے رب کو اس کے احکام کی فرمانبرداری سے راضی کرے اور عید کے دن وہ امید رکھتا ہے کہ رمضان المبارک کی عبادتوں کی بدولت آج اس کی دعائیں قبول ہوں گی۔ اس کے گناہ بخشے جائیں گے اور اس کے قصور معاف ہونگے۔ سچے بندوں کی خوشی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے مالک کو راضی کریں۔

اس خوشی کے دن ہر محلّہ کے خوشحال مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ عید گاہ جانے سے پہلے اپنے پڑوس کے غریب اور محتاج بھائیوں کو عید کا صدقہ پہنچا دیں تاکہ وہ سوال سے بے نیاز ہو کر سب مسلمانوں کے ساتھ عید میں شریک ہو سکیں۔ آج کے دن ہر مسلمان نہا کر اپنے بہتر سے بہتر لباس پہن کر اور خوشبو لگا کر عید گاہ میں آتا ہے اور تمام دنیائے اسلام میں یہ اجتماع ہر جگہ اسی طرح ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے عید کا مجمع نہ صرف مسلمانوں کی شائستگی اور خدا پرستی بلکہ ان کے اجتماعی جمال و جلال کا بھی مظہر ہے۔

عید کی نماز کے بعد مسلمان آپس میں گلے ملتے ہیں۔ خیال یہ ہے کہ اس خوشی کے دن دلوں سے کینہ اور دشمنی کو نکال دیں۔ اور بھائی سے بھائی گلے مل کر محبت کے عہد کو نئے سرے سے تازہ کریں۔ بعض بعض تو اس معانقہ کے اس قدر شائق ہوتے ہیں کہ اس متین مجمع کے وقار کے خلاف اس میں ہل چل اور بے ترتیبی ڈال دیتے ہیں۔ لیکن یہ رسم خود ہماری پیدا کی ہوئی ہے ورنہ ہمارے باہمی اتحاد اور محبت کی بنیاد اس سے بہت بلند ہے۔ وہ ایک اکیلے معبود کی رضا طلبی پر ہے جس کے آستانہ پر پوری ملت کی آرزوئیں اور دعائیں جھکتی ہیں اور گلے ملتی ہیں۔ اسی وحدت مقصد میں اتحاد ملت کا راز مضمر ہے۔

آج مسلمانوں پر عام طور پر غربت اور بیکسی مسلط ہے اور اس وجہ سے ہماری عید غریبوں کی اور بیکسوں کی عید ہے لیکن اسلامی ملکوں میں اب بھی اس کی شان و شوکت دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔

یہاں اہل نظر کے لئے سوچنے کا مقام ہے کہ وہ کیا اسباب تھے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے بزرگوں کو حکومت' عزت' مال' جاہ اور ہر قسم کی نعمتیں بخشی تھیں اور اب کیا بات ہو گئی کہ ہم سے ایک ایک کر کے ان کو چھین رہا ہے۔ ہماری ملت کے اکثر افراد جس زوال کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں وہ اس قدر ہولناک اور جانگداز ہے کہ ہماری خوشی کا دن بھی جو آتا ہے وہ اس غم کو مٹا نہیں سکتا۔

آج اگر کوئی شخص ماؤنٹ ایورسٹ پر کھڑا ہو کر دنیا کی قوموں کا نظارہ کرے تو اس کو سب سے زیادہ تعجب مسلمانوں پر ہو گا جو صدیوں تک بے نظیر عروج حاصل کرنے کے بعد جس کے ذکر سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں اب عام طور پر تنزل میں پڑے ہوئے ہیں اور دوسری قومیں دن رات عروج اور ترقی حاصل کر رہی ہیں۔ اس لئے یہ ایسا امر ہے جس کے اوپر مفکرین اسلام کو زیادہ سے زیادہ غور کرنا چاہئے تاکہ وہ مسلمانوں کی پستی کے اسباب کے ازالہ کی کوشش کر سکیں میرے نزدیک ہماری پستی کے بڑے سبب دو ہیں :

(1) پہلا یہ ہے کہ اس امت کی سربلندی اور اس کا عروج سب قرآن کریم کی پیروی کی بدولت ہوا تھا لیکن رفتہ رفتہ امت اسلامیہ اس کتاب الٰہی کی تعمیل سے جو ہمارے لئے دینی اور دنیاوی اور اجتماعی اور انفرادی ہر قسم کی تعلیمات اور حقیقی تعلیمات کا مجموعہ ہے دور ہوتی گئی یہاں تک کہ اب یہ دوری اس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ یہ کہتے ہوئے میری گردن ندامت سے جھک جاتی ہے کہ جو کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کا دستور العمل تھی آج تمام امت اسلام میں جو مراکو سے چین تک پھیلی ہوئی ہے کوئی قوم یا جماعت ایسی نہیں ہے جس نے اس کو عملاً اپنی زندگی کا قانون بنایا ہو۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہمارا یہ دینی اور ذہنی مرکز جو ہماری ہدایت کا سرچشمہ ہے متروک ہو گیا۔ اور اس کے قوانین اور ضوابط خاص کر اجتماعی نظام خود مسلمانوں میں رائج نہیں رہے۔ اور اس کے اوپر ہمارا ایمان محض اعتقادی اور زبانی رہ گیا جس کی وجہ سے امت سینکڑوں فرقوں میں منقسم ہو گئی۔ اس لئے مسلمانوں کا پہلا فریضہ یہ ہے کہ اس کتاب الٰہی اور نور مبین کو اپنی زندگی کا دستورالعمل بنائیں تاکہ اس کی روشنی میں باہمی فرقہ بندیاں اور مذہبی جھگڑے مٹ جائیں اور سب کے سب آپس میں بھائی بھائی ہو کر متحد ہو جائیں۔

(2) دوسرا سبب اور نہایت اہم سبب ہماری "لامرکزیت" یعنی مرکز کا نہ ہونا ہے۔ اور امت اسلامیہ اپنا مرکز کھو دینے سے پستی میں جاگری ہے۔

آج تمام عالم اسلام ایک بے سری جماعت ہے جس کا نہ کوئی مرکز ہے نہ کوئی نظام ہے۔ ہم کو خدا نے صرف اپنا غلام بنایا تھا اور اس امیر کی' جو قرآنی احکام نافذ کرے' اطاعت کا حکم دیا تھا۔ جب تک امت اس کے اوپر عمل کرتی رہی برسر عروج رہی۔ لیکن بہت تھوڑے عرصے کے بعد خود ہمارے ہی ہاتھوں یہ مرکز ٹوٹ گیا۔ جس کی وجہ سے مختلف حکومتوں' سلطنتوں اور بادشاہتوں میں ملت تقسیم ہو گئی۔ اور ایک کو دوسرے سے سوائے اسلامی اشتراک کے اور کوئی متعلق نہیں رہ گیا۔

مرکز کے فنا ہو جانے سے ملت کی وحدت پارہ پارہ ہو گئی اور اس کا شیرازہ بکھر گیا اور کوئی اجتماعی قیادت اور راہنمائی نہیں رہی جس کی وجہ سے عمل کی صلاحیت گم ہو گئی اور زوال آگیا۔ اس لئے اگر ہم چاہتے ہیں کہ پھر دوبارہ ملت اسلام متحد ہو کر ایک مرکز پر آجائے تو ہم کو ایسے امیر کی اطاعت اختیار کرنی چاہئے جو قرآن کے مطابق چلائے اور ہر ہر حصہ کے مسلمان ایک مرکز پر آجائیں تاکہ رفتہ رفتہ پوری ملت متحد ہو سکے۔ ورنہ ڈر ہے کہ انفرادیت اور لامرکزیت ہلاکت تک پہنچا کر نہ چھوڑے۔

یہ دونوں باتیں جو میں نے عرض کی ہیں قیاسی

نہیں ہیں بلکہ ہمارے دینی فرائض ہیں۔ قرآن کریم پر ہر مسلمان کا ایمان ہے اور وہ یقین رکھتا ہے کہ اس پر عمل کرنا نجات ہے۔ اسی طرح اطاعت امیر جس کے احکام قرآن میں کھلے کھلے اور واضح طور پر دیئے گئے ہیں۔ ہر مسلم پر فرض ہے کہ ان دونوں یعنی قرآن اور امیر سے ملت عملی طور پر متحد ہو سکتی ہے۔

علاوہ بریں وحدت ملت کے اور بھی اسباب ہمارے اندر موجود ہیں۔ تمام دنیائے اسلام میں یکساں ہر جگہ پانچوں وقت اذانیں پکاری جاتی ہیں اور نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ تمام دنیائے اسلام سے ہر قوم اور ہر ملک کے نمائندے دریا' کوہ اور بیابان قطع کرتے ہوئے حج کے موسم میں مکہ میں آتے ہیں اور شاہ و گدا کا امتیاز اٹھ کر ایک لباس میں میدان عرفات میں جمع ہو جاتے ہیں۔ آج کی عید بھی تمام دنیائے اسلام میں یکساں اور ایک ہی انداز سے منائی جاتی ہے۔ اس لئے ہمارے اتحاد میں کوئی دشواری نہیں ہے اور امت اسلامیہ کیلئے اللہ اور رسولؐ کی ہدایت اور تعلیم کی روشنی میں فلاح و نجات کی راہ میں قدم رکھنا اور دینی و اعتقادی مرکز قرآن کریم کو بنانا اور عملی مرکز اطاعت امیر کو اختیار کرنا عین اس کے ایمان کے مطابق ہے۔

میں اپنے تمام بھائیوں بہنوں کو عید کی مبارکباد دیتا ہوں اور خلوص دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک دل اور ایک زبان کر دے اور اپنی رحمت سے ہمارے قصوروں کو معاف کر کے ہم کو صحیح راستہ پر چلائے۔

(علامہ اسلم جیراجپوریؒ)

کراچی صدر اور حیدر آباد (قاسم آباد) سندھ میں

سلسلہ وار درس قرآن کریم کا اہتمام (بذریعہ ویڈیو کیسٹ) مندرجہ ذیل مقامات پر کیا گیا ہے۔

شہر و مقام		دن	وقت
کراچی صدر	فاروق ہوٹل ہال۔ زیب النساء سٹریٹ بالمقابل فٹ رائٹ شوز شاپ	جمعتہ المبارک	10 بجے صبح
حیدر آباد	12-B حیدر آباد ٹاؤن فیز 2 بالمقابل نسیم نگر قاسم آباد	جمعتہ المبارک بعد نماز عصر	

دعوت عام ہے تشریف لائیں

قرآنی لٹریچر۔ بمعہ مطبوعات طلوع اسلام ٹرسٹ' مجلّہ طلوع اسلام کے تازہ شمارے درس کے دوران 35% رعایت کے ساتھ حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

رابطہ:

ایاز حسین انصاری نمائندہ بزم طلوع اسلام کراچی صدر' بزم طلوع اسلام قاسم آباد حیدر آباد (سندھ)

ٹیلی فون کراچی 4571919 حیدر آباد 654906

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منظور احمد خان (ناروے)

تکلف بر طرف

تغیر قلب یا انقلابی تبدیلی' مترادف ترکیبیں اور ہم معنی الفاظ و تصورات (Concepts) ہیں- انقلاب کا لفظ یا تصور' قلب ہی کی پیداوار ہے- لہٰذا انقلاب کا مطلب میز کرسی کی تبدیلی' سیاسی یا مذہبی بزرجمہروں کی اٹھک بیٹھک' فساد یا خون خرابہ نہیں بلکہ بلندی فکر اور تغیر قلب کے نتیجے میں نظام کی تبدیلی ہے- انقلاب تو تغیر قلب کی بنیاد پر مکمل فکری تبدیلی کا نام ہے- ہر خارجی تبدیلی' پہلے کسی نہ کسی داخلی تغیر (تبدیلی قلب) ہی کا نتیجہ ہوتی ہے جب تک انسان خود نہ چاہے' خود نہ ہمت کرے' خارج سے انقلاب کی توقع احمقانہ' بزدلانہ بلکہ غیر انسانی تصور ہے- تبدیلی وہی دیرپا ہوتی ہے جو فکری انقلاب کا نتیجہ ہو-

یہیں سے ہمیں اس سوال کا جواب بھی مل جاتا ہے کہ 'اسلام آگے کیوں نہ چلا؟' سوال اصل میں یہ نہیں کہ اسلام آگے کیوں نہ چلا- سوال یہ ہے کہ (خود) مسلمان آگے کیوں نہ بڑھا؟؟؟؟؟

قانون الٰہی کسی محسوس پیکر کا نام نہیں جو ہمارے اپنے اندازوں کے مطابق' اپنے پیروں پر حرکت کرتا ہوا خود بخود آگے بڑھے گا- یہ تو کلمتہ اللہ ہے' تھیوری ہے' جسے سنت اللہ کی صورت میں ڈھالنا یا (in practice) لانا ہم انسانوں کا کام ہے- یہی کتاب و سنت ہے- اس کے سوا باقی سب جاہلیت ہے یا خود فریبی- سیدھی سی بات ہے کہ جب تک خود مسلمانوں نے چاہا یا دوسرے لفظوں میں سنت رسولؐ پر کاربند رہے' خدا اور اس کا قانون ان کے ساتھ رہا- جب انہوں نے سنت رسولؐ کو بھی کتابی شکل میں بدل کر اس کا ختم شریف پڑھنا شروع کر دیا تو ذلت ان کا مقدر بن گئی- لہٰذا یہ سوال ہی غلط ہے کہ اسلام کیوں آگے نہ چلا- سوال یہ ہے کہ مسلمان آگے کیوں نہ بڑھا؟؟؟' اور اس کا جواب ہمیں اقبال کے لفظوں میں یوں ملتا ہے ۔

خود طلسم قیصر و کسریٰ شکست
خود سر تخت ملوکیت نشست

رسولوں کا کام تو یہ ہے کہ کتاب ہدایت انسانوں تک پہنچانے کے بعد اس پر عمل کر کے دکھا دیا جائے کہ یہی دستور قابل عمل اور باعث افتخار ہے- ان کا کام دوسرے انسانوں کا ہاتھ پکڑ کر چلاتے رہنا نہیں- یہ فعل شرف انسانیت کے خلاف ہے- چلنا تو بہرطور انسان نے خود ہی ہے- خدا کا کام انسانوں کے اعمال کو اپنے وعدوں کے مطابق نتیجہ خیز بنانا ہوتا ہے- بیج انسان ہی بوئیں گے تو بات بنے گی- انسان کا کام بیج بونا اور قانون فطرت کے تحت آبیاری کرتے رہنا ہے- نتیجہ اور برکت خدا کا کام ہے- برکت کے معنی ہی بیج یا درخت کے بڑھنے پھولنے کے ہیں- جونہی انسان نے پودے کی حفاظت و آبیاری چھوڑی' برکت رک گئی- لہٰذا جب تک انسان خود چاہتا ہے' اس وقت تک فلاح و برکت سے مستفید ہوتا رہتا ہے- نہ چاہے تو اس کی اپنی مرضی خدا تعالیٰ نہ اس میں مخل ہوتا ہے نہ انسان کی کھلی

دعاؤں سے متاثر ہوتا ہے۔ 'The initiative lies with man' کا قانون بڑا اٹل ہے' اور اس کے لیے پہلے' قلب و ذہن میں تبدیلی لانا ناگزیر ہے۔

یہ جو کہا گیا ہے کہ 'خدا انسانی معاملات میں مخل نہیں ہوتا' ممکن ہے کسی غلط فہمی کا باعث بنے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس کی وضاحت کر دی جائے۔ دخل اندازی کا تصور' خارج سے اثر انداز ہونا ہے' جبکہ خدا کا قانون تو ہر جگہ اور ہر وقت ہمارے درمیان موجود و متحرک ہے۔ لہٰذا خدا مخل نہیں ہوا کرتا' "ملوث" ہوا کرتا ہے بلکہ ہمہ وقت ملوث رہتا ہے---- مطلب یہ کہ جو قانون خدا نے خود مقرر کر رکھا ہے' اس میں تبدیلی ناممکن ہے۔ مثلاً یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ پانی جو ہمیشہ ایک مقررہ درجہ حرارت یعنی 100 درجے پر کھولنا شروع کر دیتا ہے' کسی دوسری قوت کے زیر اثر 50 یا 150 درجہ حرارت پر کھولنا شروع کر دے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ (وحدت قانون ہی تو توحید خداوندی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔) اس قانون میں تبدیلی ناممکن ہے۔ اور پھر یہ ہر مسلم و کافر کیلئے یکساں طور پر نافذالعمل ہے۔

کسی ایک انسان (پہل ہمیشہ فرد واحد ہی کی طرف سے ہوئی ہے) یا انسانوں کی کسی بھی جماعت نے جب بھی اس قانون کو سمجھا' انہوں نے فوراً ایک تحریک کا خاکہ بنایا' زمان و مکان کے حوالے سے اس کی منصوبہ بندی کی' عاجلہ اور مستقل مقاصد کا تعین کیا اور تحریک کی بنیاد رکھ دی۔ ایک سے دو' دو سے چار اور چار سے سولہ کے حساب سے یہ قافلہ بڑھتا چلا گیا۔ سفر جاری و ساری رہا اور پھر ایک دن وہ حسین ترین تصوراتی منزل' ایک محسوس انقلاب کی شکل میں بازو پھیلائے ان کی منتظر نظر آئی۔

عبث ہے شکوۂ تقدیر یزداں
تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے؟

آپ ان تمام تحاریک و انقلابات زمانہ میں ایک بات ہر جگہ مشترک پائیں گے۔ وہ یہ کہ ہر زمانے کی ہر کامیاب جماعت یا تحریک نے' پہلے مرحلے کے طور پر' جس حقیقت پر سب سے زیادہ توجہ دی یا جس کام پر زیادہ سے زیادہ وقت صرف کیا' وہ تھی تعلیم و تربیت اور اس کے ذریعے قلوب و اذہان کا تزکیہ و تطہیر۔ یہ اولین و اساسی مرحلہ جس قدر واضح اور متعین ہو گا' نتیجہ اسی قدر یقینی ہو گا۔ یہ پہلا دور یا مرحلہ بڑا ہی ہمت طلب اور انتہائی مستقل مزاجی کا متقاضی ہوتا ہے۔ اپنی طوالت کی وجہ سے یہ مرحلہ اکثر مایوسی اور حوصلہ شکنی کا موجب بن جاتا ہے۔ دل گردے کے کئی بڑے بڑے دعویدار' ضعف قلب اور فگار جگر کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایمان و ایقان کے بڑے بڑے شوریدہ نعرے' سسکیوں اور آہوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ مقابلہ و جہت کے منہ زور چیلنج' مایوسی و افسردگی کی منہ بسورتی غزلیں بننے لگتی ہیں۔ وہ جو کل شیروں کی طرح گرجتے پھر رہے تھے' آج مسکین گیدڑوں کی طرح اپنے اپنے مسکنوں میں چھپے بیٹھے ہیں کہ عافیت اسی میں ہے۔۔

نہ تیر کماں میں ہے' نہ صیاد کمیں میں
گوشے میں قفس کے' مجھے آرام بہت ہے

البتہ خفت مٹانے کو یہ کہتے نہیں تھکتے کہ: "ہم نے تحریک کو تو نہیں چھوڑا' ہم تو اسی فکر و بصیرت کے حامل اور اسی کی نشرواشاعت میں مصروف ہیں" انہیں کون سمجھائے کہ صوفے کے کونے میں دبکے' فکر کیساتھ بغل گیری اور تحرک و تحریک سے بے زاری' ماڈرن خانقاہیت یا تصوف نہیں تو اور کیا ہے؟

آپ نے یقیناً غور کیا ہو گا کہ اکثر بڑے بڑے

دانشور مصلح، آخر عمر میں، کیوں اس نام نہاد خانقاہیت یا فسوں انگیز یوگی تصوف کا شکار ہو جاتے ہیں؟؟؟ کیمبل پور کے برق، فکر قرآنی کے منہ زور اور شعلہ بیان براق سوار، برق جیلانی، آخری عمر میں من کی دنیا کے سیلانی بن کر ایسے گم ہوئے کہ آج دور دور تک ان کا نام و نشان تک نہیں مل رہا۔ ایسا کیوں ہوا؟ صرف اس لئے کہ چند قدم چلے اور ہمت جواب دے گئی پھر نہ تحریک باقی رہی نہ مقصد کی لگن۔ اس قسم کی بے شمار مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ روٹی، کپڑا، مکان والی تحریک کا کیا بنا؟ تعلیم و تربیت کا مرحلہ اس میں شامل نہ تھا اس لئے اپنی موت آپ مر گئی۔ تحریک نظام مصطفیٰؐ کو لے لیجئے۔ کہاں ہیں وہ نو ستارے؟ بتایئے کدھر گئے نظام مصطفیٰؐ کے ٹھیکیدار۔ انہوں نے تو جدھر جانا تھا، چلے گئے، لیکن---- ہمیں یاد سب ہے ذرا ذرا۔ حد ہو گئی تھی قوم کے نوجوانوں کی سادہ لوحی کی کہ جن کے جذبہ اسلام پسندی کو بے دردی سے استعمال کیا گیا۔ لیڈران کرام کے چہروں کی سرخی بحال رکھنے کو بے دردی سے ان کا خون بہایا گیا۔ ملا کیا؟ پس ثابت ہوا کہ قلبی انقلاب کا مرحلہ طے کئے بغیر محض نعروں کی بنیاد پر نہ آج تک کوئی تحریک کامیاب ہوئی ہے نہ ہو گی۔

تحریک طلوع اسلام کیا ہے؟ یہ کس نے، کب اور کیوں شروع کی؟ یہ اپنے کون سے تدریجی مرحلے سے گزر رہی ہے اور اس کے کیا تقاضے ہیں؟؟ یہ اور اسی قسم کے کئی سوال ذہنوں میں ابھرتے ہیں اور بسا اوقات کارکنان تحریک کو پریشاں ہی نہیں مایوس بھی کر جاتے ہیں۔ اس کا تدارک ازحد ضروری ہے۔

اس تحریک کی بنیاد، مرحوم علامہ پرویز صاحب نے، تحریک پاکستان کے دوران، تحریک پاکستان ہی کے ایک انتہائی اہم اور بنیادی گوشے (علم و آگہی) کے پیش نظر، 1938ء میں رکھی تھی۔ اس تحریک کا مقصد قریب (short visionary goal) تو مسلمانان ہند کو مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع کرنا تھا، لیکن اس کا مقصد بعید یا اس کی اصل و بنیاد، قوم مسلم (اولاً پاکستان) کے نوجوانوں کو قرآنی تعلیم کے تحت Educate کرتے ہوئے پاکستان میں، جو اسی مقصد عظیم کی خاطر حاصل کیا گیا تھا، نظام قرآنی کا عملی نفاذ تھا اور ہنوز ہے۔

اپنے پہلے دور یا مرحلے کے حوالے سے یہ تحریک محض علمی اور فکری تحریک ہے۔ تغیر قلب و ذہن اس کا مقصد ہے۔ اس حوالے سے گویا یہ تحریک آج بھی اپنے اولین مرحلے ہی سے گزر رہی ہے۔ وہی طویل ترین اور حوصلہ شکن مرحلہ، جو اس قسم کی ہر تحریک کیلئے ناگزیر و لاینفک ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا جانا چاہئے کہ تحریک طلوع اسلام ابھی تک اسی مرحلے میں ہے جسے نہ صرف ہماری توجہ، بلکہ ہماری بھرپور سعی و عمل (outward activities) کی بھی ضرورت ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جسے نظر انداز کر دینے سے کئی کمزور دل لوگ دل برداشتہ ہوئے یا ان کے پائے استقلال میں لغزش آئی۔ وہ خود ہی مایوس و شکستہ نہیں ہوئے، بلکہ دوسروں کی یاسیت و افسردگی کا موجب بھی بنے۔ کئی دوست سمجھتے ہیں کہ شاید وہ اس پہلے مرحلے سے گزر چکے ہیں، یا اس دور کے جو تقاضے تھے وہ پورے کیے جا چکے ہیں، لہٰذا انہیں اگلے مرحلے اور اس کے تقاضوں سے روشناس کروایا جائے۔ یہ بالکل غلط سوچ ہے۔ یہ حقیقت دلائل و شواہد کیساتھ ثابت کی جا سکتی ہے کہ یہ تحریک ہنوز اپنے پہلے ہی مرحلے میں ہے۔ سوچ یہ نہیں، بلکہ یہ ہونی چاہئے کہ اتنے

عرصے سے ہم کہاں کھڑے ہیں' کیا کر رہے ہیں؟ واضح رہے !! کہ اترے ہوئے خاموش اور گہرے سمندر کے کنارے موم بتیاں جلانے سے جوار بھاٹا پیدا نہیں ہوا کرتا---- یہاں تو قلب جلانا ہونگے !!!

تحریک طلوع اسلام' بغرض تجدید یادداشت' کوئی رسمی' رواجی یا عمومی تحریک نہیں- یہ اپنی فکری حیثیت اور علمی نوعیت کے حوالے سے بالکل جداگانہ' منفرد اور خاص ہے- یہ تحریک دوسری تمام مقبول و معروف بلکہ "محمود" روشوں سے مختلف ہے- یہی وجہ ہے کہ اس کے مقابلے میں دوسری تحریکیں گونا موثر نظر آتی ہیں کیونکہ یہ تحریکیں ہوا کی سمت میں بلکہ یوں کہئے کہ ہوا کے دوش پر آگے بڑھتی ہیں جبکہ ہماری تحریک کو زمانہ بھر کی گرم سرد ہواؤں سے نبرد آزما رہنا ہوتا ہے-

ان کے مقابلے میں' تحریک طلوع اسلام نے نہ تو عمومی رنگ اختیار کیا' نہ ہی کسی مقتدر شہ نشین کی کاسہ لیسی پسند کی- رہیں بیرونی طاقتیں' وہ بھلا کیوں ساتھ دیں گی ایسی تحریک کا جو ان کے سیکولرزم کے ساتھ ساتھ ان کی مذہبیت کو بھی اٹھتے بیٹھتے' سوتے جاگتے چیلنج کرتے نہ تھکتی ہو؟؟ یہ تحریک سب سے الگ و منفرد ہی نہیں' سب کی محاسب بھی ہے- ان کے ہر غیر قرآنی فعل کا نوٹس لینا تحریک کا طرۂ امتیاز ہے- 4/5 سال پہلے کی بات ہے' کراچی کے ایک نامور دانشور نے پرویز صاحب مرحوم کی سب سے بڑی "غلطی" یہ بتائی تھی کہ دنیا بھر میں جہاں کہیں قرآن یا نظریہ پاکستان کے خلاف کسی نے لب کشائی کی' علامہ پرویزؒ نے بغیر کسی رو رعایت کے اس کا نام لیکر اس کی خبرلی-

یہیں سے ایک اور بات یاد آگئی جس کا محل وقوع کراچی نہیں' اوسلو (ناروے) ہے- وہ یہ کہ یہاں پرویز صاحب مرحوم کے دو ایک قرآنی ٹیلی ویژن لیکچرز سننے کے بعد' میرے جیسے ایک پاکستانی خود ساختہ مصنف و ادیب کو بڑی تکلیف لاحق ہوئی- کہنے لگے : "پرویز صاحب مرحوم تنقید بہت کرتے ہیں"---- کسی نے برجستہ جواب دیا کہ شکر کریں صرف تنقید ہی کرتے ہیں' نفسیاتی تجزیہ و تنقیص نہیں کرتے' ورنہ بنیادیں تک ہل جاتیں ہمارے نام نہاد مذہبی پیشواؤں کی' اور دوسرے' یہ بتایئے کہ اگر آپ کی اس واحد کتاب (آج کل پمفلٹ کو بھی کتاب کہا جاتا ہے) کا کوئی شخص غلط نارویجن ترجمہ شائع کر دے تو آپ کا رد عمل کیا ہو گا؟؟ کہنے لگے : "میں اس کا سر پھوڑ دونگا"- پوچھا گیا کہ اگر کوئی خود ساختہ مفسر' ہم سب کے قرآن کریم کو (easy) لیتے ہوئے یا نظربندی کی حالت میں وقت گزاری کی خاطر--- عجمی تفسیر کرنے لگے تو؟؟ ایک دوسرے صاحب نے فورا لقمہ دیا کہ پھر بے شک ان کی جرات پہ سر ہلائیں یا مبہوت کھڑے رہیں- کم از کم کسی دوسرے کو ان کے کان کھینچنے ہی کی اجازت دے دیں----

بانی تحریک کی وفات کے بعد اکثر تحریکیں دم توڑ دیتی ہیں لیکن اللہ کا فضل ہے کہ تحریک طلوع اسلام پرویزؒ صاحب کی زندگی کے بعد بھی' اسی جذب و انہماک اور ثبات و سکون کے ساتھ جاری ہے- پرویزؒ صاحب کے علمی ذخائر کی حفاظت طباعت اور اشاعت کا کام بورڈ آف ٹرسٹیز کے زیر اہتمام طلوع اسلام ٹرسٹ سرانجام دے رہا ہے اور ٹرسٹ ہی کے تحت حسب پروگرام پرویزؒ میموریل (سکالرز) لائبریری قائم کر دی گئی ہے- اسی انتظام کے ساتھ خدا کی کتاب عظیم کی شمع تابندہ کی کرنوں سے زمانے کی

شب تاریک روشن کرنے کی ذمہ داری ادارہ کی سرکردگی میں طلوع اسلام کے ان آشفتہ سروں نے اپنے سرے رکھی ہے جن کی زندگی کا مقصد قرآنی کی متاع حسنہ کو دوسروں تک پہنچانا اور پہنچاتے رہنا ہے۔

اب ذرا سوچئے کہ مذکورہ بالا حقائق و واقعات کی موجودگی میں یہ تحریک دن دگنی اور رات چوگنی ترقی بھلا کیسے کرے؟؟؟ معجزات و کرامات تو سرزد ہونے سے رہے۔ نہ ہی یہ اسباب و حقائق جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے بدلیں گے۔ کیا کسی معجزہ کا انتظار کیا جائے؟؟ اگر ایسا ہے' تو پھر---- دعویٰ تحریک---- کیسا؟؟؟ مگر نہیں۔ تحریک کی ست روی' وابستگان تحریک کی کم کوشی تو ہو سکتی ہے ایمان و یقین کی کمی ہرگز نہیں۔ بات وہی ہے کہ ہم میں سے کچھ لوگ سمندر کے کنارے موم بتیاں جلا کر مدو جزر کے خواب دیکھ رہے۔ مرکز کو چاہئے کہ وہ غور و خوض اور باہمی مشاورت سے تحریک کی ترویج کے لئے ایک جامع لائحہ عمل مرتب کرے۔ یہ بہرحال مرکز کا کام ہے' ہم سے یہ نہیں پوچھا جائیگا کہ انہوں نے کیا کیا۔ ہم سے تو یہ پوچھا جائیگا کہ تم نے کیا کیا؟؟؟؟ دیکھنا تو یہ ہے کہ خود ہمارے کرنے کا کیا کام ہے؟ تنقید و تنقیص تو ہم بہت کر چکے' بہت پڑھ چکے' بہت لکھ چکے' اب ایک واضح اور ٹھوس (concrete) کام کی صاف صاف نشاندہی ضروری ہے تاکہ ہم یکسو ہو کر اس جانب قدم بڑھانا شروع کر دیں۔ یہ ہے سوچنے کی بات خود ہمارے لیے۔

فکر مند یا مایوس ہونے کی کوئی وجہ ہے نہ ضرورت۔ بلکہ اس کے برعکس' ایسے گوناگوں کئی تعمیری اقدامات باسانی گنائے جا سکتے ہیں جو بلاشبہ سودمند ہو سکتے ہیں۔ باوجود ان مسائل و مشکلات کے' جن کا شروع میں ذکر کیا گیا ہے' پرچہ مسلسل اور باقاعدگی کے ساتھ نکل رہا ہے بلکہ بہتر ہو رہا ہے۔ متعدد کتابوں کو نئی اور دلکش شکل دی گئی ہے۔ کئی پمفلٹس نہ صرف انگریزی میں منتقل ہوئے بلکہ جاذب نظر بھی ہوئے ہیں۔ نئی اور جاندار بزموں کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ پاکستان میں جگہ جگہ' بزمیں کھلے اجتماع (conventions) کا انعقاد بڑے دھڑلے کیساتھ کر رہی ہیں۔ ناروے کے آبادی کے لحاظ سب سے بڑے شہر اور دارالخلافہ اوسلو میں درس قرآنی کا اہتمام ہر ہفتے .T.V پر کیا گیا ہے۔ اس شاندار کامیابی کے تتبع میں' یورپ کے دوسرے شہروں میں بھی زور دار کوششیں ہو رہی ہیں۔ خود پاکستان میں بھی اس طرح کے اہتمام کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ مگر سچ یہ ہے کہ خود میں کچھ نہیں کر رہا بلکہ الٹا اپنی سستی' غفلت اور کمزوری کی بنا پر' تحریک کے راستے میں رکاوٹ بنے بیٹھا ہوں۔

اس فکر سے روشناس ہوئے مجھے 20 سال ہو رہے ہیں۔ ان سارے سالوں میں' میں نے نہ کبھی کوئی کتاب خریدی ہے' نہ کوئی کتاب کسی کو تحفے میں دی ہے---- فکر مند البتہ بہت رہتا ہوں کہ یہ تحریک آخر میری مرضی کے مطابق ترقی کیوں نہیں کرتی؟ ہاں پرچہ ضرور لگوا رکھا ہے۔ وہ بھی خود خواہش کبھی نہ کی تھی' ایک غمگسار نے میرے نام جاری کروا دیا تھا۔ میں نے کبھی کسی کے ساتھ اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ یہاں تک کہ میں نے پرچہ جاری کروانے والے کو بھی اطلاع تک نہیں دی کہ پرچہ مل بھی رہا ہے یا نہیں۔ درس سننے جاتا ہوں مگر ڈرتا ہی رہتا ہے کہ رشتے دار خفا نہ ہو جائیں۔

گزارش یہ کر رہا تھا کہ آخر ہمارے کرنے کا کام کیا ہے؟ وہ کام یہ ہے کہ' سب سے پہلے تو ہم

میں سے ہر ایک نے یہ طے کرنا ہو گا' کہ میں نے اس تحریک میں کیا اور کس انداز کا کردار ادا کرنا ہے۔ کیا مجھے مسلسل Passive یا خوف زدہ Sleeping Partner کے طور پر سوتے رہنا ہے یا اس کے برعکس جرات مند و سرگرم رکن کے طور پر کام کرنا ہے۔ یاد رہے کہ یہی وہ پہلا' بنیادی اور انتہائی اہم فیصلہ ہے جس کی طرف ہم بہت کم توجہ دیتے ہیں' لہٰذا گھاٹے میں رہتے ہوئے ساری زندگی ہر ایک سے شکوہ سنج تو رہتے ہیں مگر خود کچھ بھی نہیں کر پاتے۔ آپ کا ہر گلہ درست' ہر شکوہ بجا لیکن سیخ پا ہونے سے پہلے یہ ضرور ذہن میں رکھئے کہ

شکوۂ ظلمت شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے

پھر عرض کر دوں کہ یہی اساسی عہد' ہمارے ہر قسم کے قول و فعل کیلئے فیصلہ کن ثابت ہو گا لہٰذا یہ ضروری ہے کہ فیصلہ سوچ سمجھ کر' ٹھنڈے دل کیساتھ کیا جائے۔ دل گردے میں جان ہے تو باہر آیئے گا۔ ورنہ یہ شعر گنگنانے میں بڑا مزہ ہے کہ ؎

نے تیر کماں میں ہے نہ صیاد کمیں میں
گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے

(غالب)

مگر نہیں مجھے امید واثق ہے کہ میرا اور آپ کا فیصلہ وہی ہو گا جو اس تحریک کے لئے مفید ہو گا۔ آیئے ! آج ہی' اسی وقت اور اسی لمحے تجدید عہد کرتے ہوئے' صرف ایک کام کرنے کا عہد کرتے ہیں اور اس پر پوری تندہی سے عمل پیرا ہونے کا اقرار بھی۔ وہ عہد یہ ہے کہ تحریک کا ایک ہی پرچہ (organ) ہے' متعدد نہیں۔ (یہ ایک علیحدہ موضوع ہے کہ آج تک اس تحریک کا صرف ایک ہی پرچہ کیوں ہے؟) یہ ایک علمی اور سنجیدہ رسالہ ہے' دوسرے سینکڑوں پرچوں کی طرح "دلکش" نہ سہی' دل میں اتر جانے والا ضرور ہے بشرطیکہ کوئی ذرا سی توجہ کیساتھ اسے پڑھ لے۔ یہ پرچہ خود اپنے زور دروں سے جاری و ساری ہے۔ نہ اسے کہیں باہر سے امداد ملتی ہے' نہ ہی یہ امداد قبول کرتا ہے۔ پرویزؒ صاحب نے اپنا قلم کسی بھی قیمت پر بکنے نہیں دیا۔ آپ اپنی زندگی کے آخری ایام میں' بڑے واضح اور دو ٹوک الفاظ میں نصیحت فرما گئے تھے کہ اس تحریک کو' خارج کی مالی امداد کے سہارے مت چلانا ورنہ---- بک جاؤ گے اور کبھی بھی حق کی بات نہ کہہ پاؤ گے نہ لکھ پاؤ گے۔ پرچے کی مالی امداد کے ضمن میں تو باباجیؒ نے قائداعظم مرحوم کوبھی ٹکا سا جواب دے دیا تھا۔ (جرات قلندری کی انتہا تھی۔) تحریک کا یہ ایک اکیلا دہکتا پرچہ ہے اور خود دار بھی انتہا کا۔ یہاں اپنی اور بزم اوسلو کے ایک بانی دوست جناب محمد ارشد شاہ صاحب کی شہادت پیش کرنا بے محل نہیں سمجھتا۔ یہ غالباً" 79/80 کا واقعہ ہے۔ ہم نے یہاں سے بابا جی مرحوم کو ٹیلی فون پر اس رسالے کے لئے مالی امداد کی پیشکش کی تھی۔ آپ نے بلا تامل اور فوراً' بعد از شکریہ' صاف انکار کر دیا تھا--- ثابت ہوا کہ یہ منفرد پرچہ' ہماری کسی بھی مالی امداد کا متمنی نہیں۔ ہاں البتہ--- ہماری خصوصی اور فوری توجہ کا طلبگار ضرور ہے---- وہ بھی ہماری ہی علمی و فکری آگہی اور معاشرتی و ملکی خیر خواہی کی خاطر۔ آیئے !!! آج ہم اپنی ذات کیساتھ یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ہم میں سے ہر وہ شخص جو اس فکر سے متفق ہے' ہر سال--- کم از کم--- 6 عدد پرچے' اپنے دوستوں عزیزوں کے نام قیمتاً یا تحفتہً" جاری کروائے گا۔ یعنی ہر دو ماہ کے عرصے میں ایک

پرچہ جاری کرانا۔

1996ء شروع ہو چکا ہے ہمارے کام کی بھی ابتدا ہو جانی چاہئے' کیوں نہ آج ہی سے؟ یہ کام جو متعین' واضح اور ٹھوس ہے' شروع کر دیجئے ! یہ سعادت' ہماری منتظر ہے' آگے بڑھئے اور اس سے ہم کنار ہو جائیے ! پھر دیکھئے کہ ہماری یہ تحریک' ہمارے ہی اندازوں کے مطابق دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کس طرح نہیں کرتی۔ آیئے !! تحریک کے اس پہلے' طویل اور مشکل ترین مرحلے کیساتھ پورا پورا انصاف کرتے ہوئے' اسے آسان اور مختصر ترین بنا دیں !!!

تکلف برطرف !!! ____ شعلہ جسم و جان بھڑکائے بغیر' جوش قلب و دماغ پیدا نہیں ہوا کرتا کہ یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی !!!

دوست ایسوسی ایٹس

کی

نئی کتب چھپ کر آگئی ہیں۔

تفسیر القرآن	سرسید احمد خان حصہ ہفتم	100 روپے
الطلاق مرّتٰن	علامہ تمنا عمادی	70 روپے
نامور مسلمان خواتین	علامہ اسلم جیراجپوری	120 روپے
مذہب کوئی ہتھیار نہیں	پروفیسر علی حسن مظفر	200 روپے
قرآنی نظام ربوبیت کی عملی تشکیل	پروفیسر محمد آصف	120 روپے
کلیات اقبال	علامہ اقبالؒ	120 روپے
اسلام میں فرقہ بندی کی ابتداء	. قاضی قدیر الدین	60 روپے

کتب ملنے کا پتہ

دوست ایسوسی ایٹس

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور- 54000 پاکستان

فون :- (042) 712 29 81

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مزعومہ فتنہ انکار سنت کی حقیقت

تشکیل پاکستان کے بعد ہمارے مذہب پرست طبقہ کی طرف سے ایک اصطلاح وضع ہوئی ____ فتنہ انکار سنت---- جس کے ہدف پرویزؒ صاحب اور طلوع اسلام قرار پائے۔ چونکہ ان حضرات کے ہاں پراپیگنڈہ کی نہایت وسیع اور موثر مشینری ہر وقت موجود رہتی ہے (ہر مسجد ان کا ریڈیو سٹیشن ہوتا ہے) اس لئے انہوں نے اس افتراء کو اس شدت سے پھیلایا کہ یہ زبان زد خلائق ہو گیا۔ اسی زمانے سے طلوع اسلام میں اس الزام کی تردید میں مسلسل لکھا گیا اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ بعض احباب کی طرف سے یہ تقاضا موصول ہو رہا ہے کہ طول طویل مقالات کے بجائے مختصر اور عام فہم الفاظ میں یہ بتایا جائے کہ اس الزام کی حقیقت کیا ہے اور ان حضرات کی طرف سے اس کا اس شد و مد سے پراپیگنڈہ کیوں کیا جاتا ہے۔ ذیل کی سطور کا مقصد اسی تقاضا کو پورا کرنا ہے۔

○

(1) تشکیل پاکستان کے بعد ہمارے مذہب پرست طبقہ کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ چونکہ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے' اس لئے یہاں اسلامی قوانین نافذ ہونے چاہئیں۔ اس مطالبہ کے پیش کرنے والے بیشتر حضرات وہ تھے جنہوں نے تحریک پاکستان کے دوران مطالبہ پاکستان کی انتہائی مخالفت کی تھی۔

(2) ارباب حل و عقد کی طرف سے ان سے کہا گیا کہ آپ میں اتنے فرقے موجود ہیں۔ ان کی موجودگی میں کوئی ایسا ضابطہ قوانین کس طرح مرتب کیا جا سکے گا جسے آپ سب کے نزدیک متفقہ طور پر اسلامی تسلیم کیا جا سکے۔

(3) اس اعتراض کے جواب میں انہوں نے (1951ء میں) مختلف فرقوں کے نمائندوں پر مشتمل (جن کی تعداد اکتیس تھی) ایک کانفرنس میں ایک قرار داد منظور کی جس میں کہا گیا کہ شخصی قوانین (پرسنل لاز) تو ہر فرقے کے اپنے اپنے ہوں' اور پبلک لاز "کتاب و سنت" کے مطابق وضع کئے جائیں۔ اس مطالبہ کو پیش کرنے کے بعد انہوں نے کہا کہ "دیکھ لیجئے ! فرقہ وارانہ اختلافات کا جو عذر آپ لوگ پیش کرتے تھے' وہ باقی نہیں رہا۔ اس مطالبہ پر تمام فرقوں کے نمائندگان متفق ہیں۔ اب اسلامی ضابطہ قوانین مرتب کرنے میں کوئی حجت نہیں ہونی چاہئے"۔

(4) اس پر ہم نے کہا کہ آپ حضرات کا یہ اتفاق محض "کتاب و سنت" کے الفاظ پر ہے۔ ان کے عملی مفہوم میں آپ کے فرقہ وارانہ اختلافات اس کے بعد بھی بدستور باقی رہیں گے اس لئے کہ "سنت" ہر فرقہ کی الگ الگ ہے۔ اس کے لئے کسی لمبی چوڑی بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ آپ خود دیکھئے :-

(i) نماز کی تفصیلات' سنت کی رو سے طے پاتی

ہیں- اور ہر فرقے کی نماز الگ الگ ہے- اگر سنت کے عملی مفہوم میں سب فرقے متفق ہیں تو پھر سب کی نماز ایک جیسی کیوں نہیں؟

(ii) شخصی قوانین کا مدار سنت پر ہے- یعنی ہر فرقہ اپنے قوانین کی تائید میں سنت کی سند پیش کرتا ہے- اگر آپ حضرات کی سنت متفق علیہ ہے' تو یہ قوانین یکساں کیوں نہیں؟ آپ کا اصرار کہ شخصی قوانین ہر فرقے کے الگ الگ ہوں گے اس امر کی بدیہی شہادت ہے کہ ہر فرقے کی الگ الگ سنت ہے- اگر سنت کی رو سے شخصی قوانین کا متفق علیہ ضابطہ مرتب نہیں ہو سکتا تو پبلک لاز کا متفق علیہ ضابطہ کس طرح مرتب ہو سکے گا؟

(iii) اگر آپ حضرات اپنے اس مطالبہ میں فی الواقعہ مخلص ہیں' تو کرنے کا کام یہ ہے کہ آپ سب مل کر سنت کا ایک ایسا مجموعہ مرتب کریں جو سب کے نزدیک متفق علیہ ہو' اور اس میں کوئی سنت (حدیث) قرآن کے خلاف نہ ہو- اس کے بعد یہ ممکن ہو گا کہ پبلک لاز کا ایسا ضابطہ مدون ہو سکے جو "کتاب و سنت" کے مطابق ہو- جب تک ایسا مجموعہ مرتب نہیں ہوتا' کتاب و سنت کی رو سے پبلک لاز کا کوئی متفق علیہ ضابطہ مرتب نہیں ہو سکتا-

(5) اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا- وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ سنت کا کوئی ایسا مجموعہ مرتب نہیں ہو سکتا جو سب فرقوں کے نزدیک متفق علیہ ہو- اگر یہ حضرات ملک میں اسلامی قوانین نافذ کرنے کے مطالبہ میں مخلص ہوتے تو یا تو یہ سنت کا متفق علیہ مجموعہ مرتب کرتے' اور یا نہایت دیانتداری سے اعتراف کر لیتے کہ ایسا مجموعہ مرتب نہیں ہو سکتا- اور اس کے بعد اپنے اس مطالبہ سے بھی دستکش ہو جاتے کہ ملک کے قوانین کتاب و سنت کے مطابق ہونے چاہئیں-

(6) طلوع اسلام نے ان سے کہا کہ جب آپ حضرات سنت کا متفق علیہ مجموعہ مرتب نہیں کر سکتے تو پھر مطالبہ یہ کیجئے کہ ملک کے قوانین کتاب اللہ (قرآن مجید) کے مطابق ہونے چاہئیں کیونکہ قرآن کریم سب فرقوں کے نزدیک متفق علیہ ہے-

(7) ایسا تسلیم کرنے سے فرقوں کا وجود ختم ہو جاتا تھا' اور فرقوں کا وجود ختم ہو جانے سے خود ان کی الگ الگ حیثیت بھی ختم ہو جاتی تھی- یہ اس پر کس طرح رضا مند ہو سکتے تھے؟

(8) ان حقائق کی روشنی میں' یہ حضرات جس مشکل میں پھنس گئے تھے' اس کا انہوں نے ایک ہی حل سوچا- اور وہ یہ کہ عوام کو جذبات میں الجھا دیا جائے- اس کے لئے انہوں نے یہ الزام تراشا کہ طلوع اسلام' منکر حدیث ہے- منکر شان رسالتؐ ہے- منکر سنت ہے- ظاہر ہے کہ جب کسی (بدنصیب) کے متعلق یہ کہہ دیا جائے کہ وہ منکر شان رسالتؐ ہے' تو وہ کون سا مسلمان ہے جو اس کی شکل دیکھنا بھی گوارا کرے گا؟

(9) یہ ہے وہ حربہ جو ان حضرات نے' اپنی کمزوری کو چھپانے کے لئے' وضع اور استعمال کیا- اور یہ ہے وہ پراپیگنڈہ جو پچھلے چالیس پنتالیس سال سے طلوع اسلام کے خلاف جاری ہے- ہماری قوم جذباتی واقعہ ہوئی ہے' اس لیے وہ پراپیگنڈہ کا بہت جلد شکار ہو جاتی ہے' اور یہ تحقیق کرنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کرتی کہ اصل بات کیا ہے؟ "فتنہ انکار سنت" کے ساتھ اس قسم کے بے بنیاد الزامات بھی تراشے گئے کہ یہ تین نمازوں اور نو دن کے

روزوں کی تلقین کرتے ہیں۔ اردو میں نماز پڑھنے کو کہتے ہیں۔ آپ اس کی لاکھ تردید کیجئے۔ ان کا پراپیگنڈہ سچی آواز کو ابھرنے ہی نہیں دیتا۔

(10) طلوع اسلام اپنی بات پر اس لئے جم کر کھڑا ہے کہ

(i) ایک تو وہ بات سچی ہے اور قرآن کریم پر مبنی

(ii) دوسرے' اس کی دلی آرزو (بلکہ اس پر کے ایمان کا تقاضا) ہے کہ مملکت پاکستان' اسلامی مملکت بن جائے۔ وہ جانتا ہے کہ مذہب پرست طبقہ کے اس مطالبہ کی رو سے (کہ ملک کے قوانین کتاب و سنت کے مطابق ہونے چاہئیں) نہ اسلامی قوانین مرتب ہو سکتے ہیں' نہ یہ مملکت' اسلامی بن سکتی ہے۔ اسے خدشہ ہے کہ اگر ایسا ہوا تو (نہ صرف یہ کہ جس مقصد کیلئے یہ خطہ زمین حاصل کیا گیا تھا' وہ مقصد حاصل نہیں ہو گا) اسلام دنیا میں بدنام ہو جائیگا کہ اس میں اب آگے چلنے کی صلاحیت ہی نہیں۔ مملکت کے اسلامی نہ رہنے سے ان حضرات کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ یہاں سیکولر نظام نافذ ہو گیا تو ان کے فرقے بھی بدستور باقیؔ رہیں گے اور مخصی قوانین بھی' جن پر ان کی اجارہ داری ہے۔ ان کے بھائی بند (بلکہ اساتذہ اور پیر و مرشد) اسی اسلام پر مطمئن ہیں جو بھارت میں رائج ہے۔ یہی کیفیت ان کی ہو گی۔ یہ مطالبہ پاکستان کی مخالفت یہی کہہ کر کیا کرتے تھے کہ جب ہندو' اسلام کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے تو پھر ایک الگ مملکت کی ضرورت کیا ہے؟

(ii) سنت کا متفق علیہ مجموعہ مرتب ہونا تو ایک طرف رہا' ان میں یہ بحث چھڑ گئی کہ "سنت" کہتے کسے ہیں؟ ایک طرف سید ابوالاعلیٰ مودودی (مرحوم) تھے اور دوسری طرف جماعت اہل حدیث کے سابقہ امیر' مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالہ (مرحوم) یہ ۱۱ حضرات تھے جنہوں نے 1951ء کی متفق علیہ قرارداد پر دستخط کئے تھے۔ یعنی ان کا متفق علیہ مطالبہ یہ تھا کہ قوانین کتاب و سنت کے مطابق ہونے چاہئیں' اور عملاً کیفیت یہ کہ اس امر پر بھی اتفاق نہیں تھا کہ سنت کہتے کسے ہیں ! یہ بحث مولانا محمد اسماعیل (مرحوم) کی طرف سے شائع کردہ کتابچہ----- جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث------ میں موجود ہے۔ بحث تکفیر تک منتج ہو کر ختم ہوئی تھی۔

(12) بیس سال تک کتاب و سنت کے مطابق قوانین سازی کا مطالبہ اور طلوع اسلام کے خلاف انکار حدیث و سنت کا پراپیگنڈہ جاری رہا لیکن قانون سازی کی طرف ایک قدم بھی نہ اٹھ سکا کیونکہ (جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے) یہ ممکن تھا ہی نہیں۔ بیس برس کے بعد بالآخر مودودی (مرحوم) کو---- جو اس مطالبہ کے میر کارواں تھے---- اعلان کرنا پڑا کہ'

کتاب و سنت کی کوئی "ایسی تعبیر ممکن نہیں ہے جو پبلک لاز کے معاملہ میں حنفیوں' شیعوں اور اہل حدیث کے درمیان متفق علیہ ہو۔ (ایشیا 23 اگست 1970ء)

بیس سال پہلے پرویزؒ صاحب نے یہی بات کہی تھی تو ان پر کفر کے فتوے لگ گئے تھے لیکن مودودی صاحب نے وہی بات کہی تو کسی گوشے سے تکفیر تو ایک طرف' تردید تک کی آواز بھی نہ اٹھی۔ یہ اس لئے کہ مودودی (مرحوم) "مولانا" تھے۔

(13) آپ کے دل میں شاید یہ خیال ابھرا ہو گا کہ اس کے بعد مودودی (مرحوم) نے یہ کہا ہو گا:

ضابطہ قوانین کتاب اللہ کے مطابق مرتب کیا جائے کیونکہ وہ سب کے نزدیک متفق علیہ اور ارشاد

خداوندی کی رو سے کفر اور اسلام کے لئے معیار ہے۔ لیکن توبہ کیجئے! وہ قرآن کا نام کیسے لے سکتے تھے! اس سے ان کے اقامت دین کے دعاوی ڈھیر ہو کر رہ جاتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں فقہ حنفی نافذ کر دی جائے اور اس کے لئے دلیل یہ دی کہ ملک کی اکثریت حنفی ہے۔

لیجئے! اب نہ کتاب باقی رہی نہ سنت۔

(14) مودودی (مرحوم) نے اس فقہ کے نافذ کرنے کی تجویز پیش کی تھی جس کے متعلق ان کے اپنے نظریات یہ تھے۔

(i) مجتہد خواہ کتنا ہی باکمال ہو، زمان و مکان کے تعینات سے بالکل آزاد نہیں ہو سکتا، نہ اس کی نظر تمام از منہ و احوال پر وسیع ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اس کے تمام اجتہادات کا تمام زمانوں میں اور تمام حالات کے مطابق ہونا غیر ممکن ہے۔ (تفہیمات حصہ دوم پانچواں ایڈیشن۔ صفحہ 426)

(ii) یہ سلف کون سے انبیاء تھے جن پر ایمان لانے کی مسلمانوں کو تکلیف دی گئی ہے (ایضا" ص 137)

(iii) دوسرا بنیادی نقص اس مسخ شدہ مذہبیت میں یہ ہے کہ اس میں اسلامی شریعت کو ایک منجمد شاستر بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ (ترجمان القرآن۔ محرم 1360ھ)

(iv) میرا طریقہ یہ ہے کہ میں ان میں سے کسی کی تحقیق کو حرف آخر نہیں سمجھتا۔ اور جب میرا، ان کے بیانات سے، اطمینان نہیں ہوتا تو خود غور و فکر کر کے رائے قائم کرتا ہوں۔ (رسائل و مسائل حصہ دوم ص 160)

(v) میں نہ مسلک اہل حدیث کو، اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ، صحیح سمجھتا ہوں، اور نہ حنفیت یا شافعیت ہی کا پابند ہوں۔ (رسائل و مسائل حصہ اول ص 235)

(vi) میرے نزدیک صاحب علم آدمی کے لئے تقلید ناجائز اور گناہ، بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز ہے۔ (ایضا" ص 244)

(vii) انسان خواہ سراسر اپنی رائے سے اجتہاد کرے، یا کسی الہامی کتاب سے اکتساب کر کے اجتہاد کرے، دونوں صورتوں میں اس کا اجتہاد دنیا کے لئے دائمی قانون اور اٹل قاعدہ نہیں بن سکتا، کیونکہ انسانی تعلق اور علم ہمیشہ زمانہ کی قیود سے مقید ہوتا ہے۔ (تنقیحات ص 120)

(15) یہ تھی خود مودودی (مرحوم) کے نزدیک وہ فقہ جسے انہوں نے پاکستان میں اسلامی قوانین کی حیثیت سے نافذ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

(16) "کتاب و سنت" کے خلاف مودودی (مرحوم) کی دلیل یہ تھی کہ مختلف فرقے اس پر متفق نہیں ہو سکیں گے۔ جہاں تک فقہ حنفی کا تعلق ہے۔

(i) شیعہ حضرات کی اپنی فقہ ہے، وہ کسی دوسری فقہ کو اسلامی تسلیم نہیں کرتے۔

(ii) سنیوں میں اہلحدیث حضرات فقہ کے قائل ہی نہیں۔ حنفیوں کے ساتھ ان کے جھگڑوں کی شہادت ہر مسجد دیتی ہے۔

(iii) پاکستان میں حنفیوں کے دو فرقے ہیں۔ دیوبندی اور بریلوی۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نماز نہیں پڑھتے۔

(iv) اس فقہ کو جب مملکت کے قوانین کی حیثیت سے نافذ کیا جائیگا تو اس سے جو فرقہ وارانہ فسادات رونما ہوں گے ان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے حکومت نے ابھی تک زکوٰۃ (اور عشر) کو پبلک لاء کی حیثیت

سے نافذ کیا ہے۔ اس کے نفاذ کے چند دنوں کے اندر' شیعہ حضرات نے عملی احتجاج سے' اسے بدلوا دیا' اور اس کے بعد حکومت کو مجبوراً یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ ہر فرقہ کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی اپنی فقہ کے مطابق اس پر عمل کرے۔ یعنی سب سے پہلا اسلامی پبلک لاء' پرسنل لاء میں تبدیل کرنا پڑا۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا!

علاوہ ازیں فقہی قوانین ہزار سال پہلے مدون ہوئے تھے وہ آج ناممکن العمل ہو چکے ہیں۔ چنانچہ حدود سے متعلق آرڈیننس کے ضمن میں اسوقت کے صدر مملکت کو اعتراف کرنا پڑا کہ ان کے مطابق سزا نہیں دی جا سکتی۔ اس کا نتیجہ یہ کہ عملاً انگریز کے زمانے کے سیکولر لاز ہی نافذ ہیں۔

یہ ہے مختصر الفاظ میں کتاب و سنت کے مطابق قانون سازی کی اب تک کی تاریخ۔

(17) کسی مملکت کے جداگانہ تشخص کے لئے ضروری ہے کہ اس میں تمام باشندگان مملکت واحد ضابطہ قوانین کے تابع ہوں۔ اس وقت ہماری مملکت کا تشخص اس لئے قائم ہے کہ اس میں بہ ہیئت مجموعی انگریزوں کے زمانے کا سیکولر قانون رائج ہے۔ اس سے اس کی وحدت قائم ہے۔ جب یہاں ہمارے مذہبی طبقہ کے نظریہ کے مطابق------ "اسلامی قانون" نافذ کرنے کی کوشش کی گئی تو مملکت کی موجودہ وحدت بھی ختم ہو جائیگی' اس لئے کہ------

(i) کتاب و سنت کی رو سے کوئی متفق علیہ ضابطہ قوانین بن نہیں سکے گا اور

(ii) فقہی قوانین کو مختلف فرقے تسلیم نہیں کریں گے۔

اس سے ملک کی جو حالت ہو گی' ظاہر ہے۔ ہمیں حیرت ہے کہ اس خطرہ کو نہ ارباب دانش و بینش محسوس کرتے ہیں' نہ داعیان حل و عقد۔ ایسا نظر آتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اس مسئلہ کو سنجیدگی سے (Seriously) لے ہی نہیں رہا۔ اس کا حل اس کے سوا کچھ نہیں کہ قانون کا معیار خدا کی کتاب کو قرار دیا جائے۔ لیکن اس کے لئے بڑی جرات ایمانی کی ضرورت ہو گی جس کا بہ حالات موجودہ بہت کم امکان نظر آتا ہے۔ اس لئے جو کچھ خدا دکھائے وہ لاچار دیکھنا۔

یہ ہے اس فتنہ انکار سنت کی حقیقت جس سے طلوع اسلام کو مطعون کیا جاتا ہے۔

---------- ○ ----------

جہاں تک ان احادیث کا تعلق ہے' جن کی حیثیت قانونی نہیں۔ تو ہمارے احادیث کے مجموعوں میں صحیح روایات بھی ہیں اور ضعیف بھی۔ ہمارا مسلک یہ ہے کہ ان میں جو روایت قرآن کریم کے مطابق ہو' اسے ہم صحیح سمجھتے ہیں۔ جو اس کے خلاف ہو' اس کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ کی حدیث ہو نہیں سکتی۔ حضورؐ کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں یعنی ہم رسول اللہ کی کسی حدیث کا انکار نہیں کرتے' ایسی روایات کے متعلق سمجھتے ہیں کہ وہ رسول اللہ کی حدیث نہیں ہو سکتی۔

باقی رہے نماز' روزہ وغیرہ ارکان۔ سو انہیں جس طرح مختلف فرقے ادا کرتے ہیں' کرتے رہنا چاہئے۔ ان میں سے ہر فرقہ کا دعویٰ ہے کہ وہ ان کی ادائیگی سنت کے مطابق کرتے ہیں' اور اب کوئی ذریعہ ایسا نہیں جس سے حتمی طور پر معلوم ہو سکے کہ ان میں سے کون سا طریق حضورؐ کے عمل کے

مطابق ہے۔ ہمارا مسلک یہ ہے کہ ان میں کسی قسم کا رد و بدل نہیں کرنا چاہئے۔ نہ ہی کوئی نیا طریق وضع کرنا چاہئے۔ ہم خود اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اگر کبھی اسلامی مملکت قائم ہوئی تو وہ امت کے لئے متفق علیہ طریق طے کریگی کیونکہ اس وقت "عبادات" شخصی قوانین اور پبلک لاز میں کوئی فرق نہیں ہو گا۔ ان سب کے متعلق مملکت کا فیصلہ' قول فیصل ہو گا۔

یہ ہے سنت (اور احادیث) کے متعلق ہمارا مسلک۔ یہ فیصلہ آپ خود کر لیجئے کہ یہ سنت کا انکار ہے یا حقیقت کا اظہار۔

ہماری' آپ سے' درخواست ہے کہ جب کوئی شخص ہمارے خلاف انکار سنت کا الزام عائد کرے تو آپ اس سے اتنا کہئے کہ---

(i) کیا آپ کسی ایسی کتاب کا نام لے سکتے ہیں۔ جس میں درج شدہ سنت کو تمام فرقے سنت تسلیم کرتے ہوں۔

(ii) حنفی جس طریق سے نماز پڑھتے ہیں اور اسے اتباع سنت قرار دیتے ہیں' اہل حدیث حضرات اس کی یہ کہکر مخالفت کرتے ہیں کہ وہ مطابق سنت نہیں۔ ایسا ہی حنفی حضرات' اہلحدیث کے متعلق کہتے ہیں۔ کیا سنت رسولؐ اللہ ایسی ہی ہے کہ ایک فرقے کی سنت دوسرے فرقے کی سنت سے ملتی نہیں۔ کیا اس طرح ہر فرقہ' دوسرے فرقے کی سنت سے انکار نہیں کرتا؟

(iii) کیا اہلحدیث حضرات' فقہ حنفی کو مطابق سنت تسلیم کرتے ہیں؟

(iv) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (مرحوم) نے جب کہا کہ کتاب و سنت کے مطابق پبلک لاز کا کوئی متفق علیہ مجموعہ مرتب نہیں ہو سکتا۔ (اور دیگر فرقوں میں سے کسی نے اس کی تردید نہ کی) تو کیا یہ انکار سنت نہیں؟ اگر یہ انکار سنت ہے تو آپ نے کبھی انہیں بھی منکر سنت قرار دیکر ان پر کفر کا فتویٰ عاید کیا ہے؟ اور اگر ایسا کہنا سنت (یعنی اطاعت رسولؐ) سے انکار نہیں' تو پھر طلوع اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ کیوں کیا جاتا ہے؟ وہ بھی تو یہی کہتا ہے۔

(v) پرسنل لاز کے متعلق یہ تسلیم کر لیا گیا ہے (اور اسے دستور پاکستان میں بھی شامل کر لیا گیا ہے) کہ یہ ہر فرقے کے اپنے اپنے ہوں گے' تو (بالفاظ دیگر) کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسے تسلیم کر لیا گیا ہے کہ "کتاب و سنت" کی رو سے پرسنل لاز کا کوئی ایسا ضابطہ مرتب نہیں کیا جا سکتا جو سب کے نزدیک اسلامی قرار پا سکے۔ جب پرسنل لاز کے متعلق صورت یہ ہے تو کیا اسے باور کیا جا سکتا ہے کہ کتاب و سنت کی رو سے پبلک لاز کا کوئی ایسا ضابطہ مرتب کیا جا سکے گا جسے تمام فرقے اسلامی تسلیم کر لیں؟

(vi) کیا آپ کوئی ایسا طریق بتائیں گے جس کی رو سے مرتب کردہ ضابطہ قوانین کو تمام فرقے اسلامی تسلیم کر لیں؟ اگر ایسا نہیں تو پھر اسلامی شریعت۔ اسلامی قوانین۔ اسلامی نظام وغیرہ الفاظ کا مفہوم کیا ہے؟

طلوع اسلام کا جرم فقط اتنا ہے کہ وہ ان حقائق کی طرف سے آنکھیں بند نہیں کرتا' بلکہ انہیں پوری جرأت کے ساتھ واضح الفاظ میں پیش کرتا ہے۔ اگر یہ جرم ہے تو یہ اقبالی جرم کرتا ہے۔

وفا خطا تھی' خطا میں نے زندگی بھر کی
اب اس کے بعد جو مرضی ہو بندہ پرور کی!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ملک حنیف وجدانی (مری)

جماعت اسلامی کا اجتماع عام 95ء

(ہفت روزہ "زندگی" کی رپورٹ کا تجزیہ)

جماعت اسلامی کے نظریات سے سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام کو استحکام ملتا ہے۔ یہی بڑے بڑے لوگ اس کو سرمایہ فراہم کرتے ہیں۔ قتل مرتد۔ غلام اور لونڈیوں کے متعلق ان کے نظریات کسی سے پوشیدہ نہیں۔ صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہراتؓ کے خلاف ان کے آثار بھی منظر عام پر آچکے ہیں۔ حالات کا رخ بدلتا رہتا ہے۔ اب دنیا اکیسویں صدی میں داخل ہونے کے لئے کیا کچھ نہیں کر رہی۔ ان حالات میں جماعت اسلامی کے اجتماع عام 95ء پر ایک نظر ڈالنا بذات خود اہم بن گیا ہے۔

ہفت روزہ "زندگی" لاہور کے شمارہ 17 تا 23 نومبر 95ء کے حوالہ سے 8-9-10 نومبر تک اس اجتماع کی تقاریر کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔

1۔ اس اجتماع میں سیاسی طور پر حکومت وقت کے خلاف جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس کا جواب دینا برسر اقتدار سیاستدانوں کا کام ہے۔ لہٰذا ہم اس پہلو سے صرف نظر کرتے ہیں۔

2۔ ادارتی صفحہ کی پیشانی پر قائداعظمؒ کی تصویر اور صحافت کے متعلق ان کے ارشادات درج ہیں۔

"صحافت ایک بہت بڑی قوت ہے۔ جو فائدہ بھی پہنچا سکتی ہے۔ اور نقصان بھی۔ اگر یہ ٹھیک نہج پر ہو تو رائے عامہ کی راہنمائی بھی کر سکتی ہے"۔ (کشمیر کے صحافیوں سے حضرت قائداعظمؒ کی گفتگو)

قائداعظمؒ کو حضرت قائداعظمؒ کہنا اور تصویر لگانا یقیناً اہم تبدیلی ہے۔ اس پر ہم انہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔

3۔ تمام لوگ ایک اللہ کے بندے بن جائیں۔ ہمیں بندوں کو غلامی سے نکال کر ان کے رب کی غلامی میں دینا ہے۔ (صفحہ 7 کالم 1)

یہ دعویٰ سیاسی تقریر کی بسم اللہ کے مصداق بن کر رہ گیا ہے۔ کیونکہ جو کچھ بعد میں کہا گیا' وہ اس معیار سے ہٹ گیا ہے۔ اس معیار کو قرآنی دستور مملکت ہی پورا کر سکتا ہے۔ اور پورے قرآن سے استفادہ اس کا معیار ہے۔ لیکن آپ انتہائی حیران ہونگے کہ اس پوری رپورٹ میں ایک بار بھی لفظ قرآن استعمال نہیں کیا گیا۔

4۔ <u>امریکہ کی مخالفت</u>

ا۔ "امریکہ کی باج گذار ریاست بننا اس قوم کو قبول نہیں"۔ (صفحہ 7 کالم 13)

ب۔ "آج پاکستان کی آزادی کو سب سے زیادہ خطرہ امریکہ سے ہے"۔ (صفحہ 8 کالم 1)

ج۔ "امریکہ عالم اسلام کا کھلا دشمن ہے"۔ (صفحہ 8 کالم 1)

یہ الفاظ بانی جماعت سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کو پسند نہ آئے ہونگے کیونکہ وہ زندگی بھر امریکہ کے گن گاتے رہے اور ان کی وفات بھی امریکہ ہی میں

ہوئی- وہ مشرق کے حکیموں اور ڈاکٹروں کو نظر انداز کر کے شاید زندگی لینے امریکہ گئے تھے- یا کوئی سیاسی مصلحت تھی- اس کا جواب جماعت اسلامی ہی دے سکتی ہے- بہرحال غنیمت ہے کہ جماعت اسلامی نے امریکہ کو دیر سے سہی پہچان لیا ہے-

5- جماعت اسلامی کی روشنی

ا۔ "ہم کس طرح دنیا تک روشنی پھیلا سکتے ہیں جبکہ ہمارے اپنے ملک میں ہر طرف تاریکی اور ظلم ہے"- (صفحہ 7 کالم 3)

ب۔ "یہاں سے یہ عزم لے کر جائیں کہ ملک میں اجالا کرنا ہے- اور یہی آپ کی اولیں ترجیح ہے"- (صفحہ 7 کالم 3)

ج۔ "رہزنوں نے اس ملک کو بڑا لوٹ لیا ہے- لیکن مستقبل کی روشنی کا فیصلہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے- کہ عوام اپنے ذہنوں میں تبدیلی کا فیصلہ کریں"- (صفحہ 9 کالم 2)

د۔ "وہ کسی نجات دہندہ کی تلاش میں ہیں- آپ نے اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے ان کا نجات دہندہ ثابت کرنا ہے"- (صفحہ 7 کالم 3)

ہ۔ "لوگ مایوسی کا شکار ہیں ان کو یہ یقین دلانے کی ضرورت ہے- کہ آپ ہی ان کے نجات دہندہ ہیں"- (صفحہ 10 کالم 1)

نجات دہندہ اور روشنی و اجالا کرنے والے آگے آگے کیا کرتے ہیں ملت یقیناً اب اس پر نظر رکھے گی- کہ صحرا میں پھول کھلیں گے؟ ظالم کی کھیتی نہ پنپ سکے گی؟ فاقہ کش کا چولھا جلے گا؟ خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلانے کی طرح ڈالی جائے گی؟ سودی نظام کی جگہ عدل و احسان کا دور آئے گا؟ وغیرہ

6- انقلاب کی بات

ا۔ "جماعت اسلامی کی تنظیم اور اس کے کارکنوں کا جذبہ ملک میں تبدیلی لائے گا- آج کا یہ اجتماع ملک میں اسلامی انقلاب کی نوید ہے"- (صفحہ 9 کالم 2)

ب۔ "اب مسجدوں اور منبروں سے اسلامی انقلاب کی آواز اٹھے گی اور دنیا کی کوئی طاقت اس کا راستہ نہیں روک سکے گی"- (صفحہ 10 کالم 1)

آپ کی یہ شاعرانہ تقاریر الیکشن میں بھی لوگ سنتے رہے لیکن کوئی انقلاب نہ آسکا- تغیر نفس کے بغیر انقلاب کا خواب نہ کبھی شرمندہ تعبیر ہوا ہے اور نہ آئندہ ہو سکے گا-

7- پارٹی بازی اور مذہبی منافرت

ا۔ "میں ملک کے صاحب فکر طبقے سے کہتا ہوں کہ یہ دو جماعتی نظام مصنوعی طریقے سے قوم پر مسلط کیا جا رہا ہے"- (صفحہ 9 کالم 2)

ب۔ "دو جماعتی نظام اسلامی انقلاب کے خلاف ایک سازش ہے- کہا جا رہا ہے کہ ان دونوں پارٹیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مل جاؤ"- (صفحہ 7 کالم 2)

ج۔ "دینی اور مذہبی قوتوں کے اتحاد کے سوا کوئی اور راستہ ہمارے سامنے نہیں ہے"- (صفحہ 7 کالم 3)

د۔ "اگرچہ انتخابات میں ہمیں ایک ووٹ نہیں ملا- لیکن ملک کا ہر باشندہ یہ کہتا ہے کہ ملک کی سب سے منظم جماعت اور بڑی دینی جماعت آپ ہیں"- (صفحہ 7 کالم 1)

ہ۔ "ان راہنماؤں نے جماعت اسلامی کو دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں کی ماں کہا"- (صفحہ 10 کالم 3)

یہ ہے دو جماعتوں کے مقابل تیسری جماعت اسلامی کی وجہ جواز اور اس کے لئے کہا یہ جا رہا ہے

"ہم جلسے جلوس نکال سکتے ہیں۔ لوگوں تک اپنی بات پہنچا سکتے ہیں پھر کیوں مظلوم لوگ ہمارا ساتھ نہیں دیں گے"۔ (صفحہ 7 کالم 1) اور دوسروں کے خلاف یہ حربہ بھی کہ

"پاکستان میں فرقہ واریت کو ختم کیا جائے"۔ (صفحہ 8 کالم 1)

"فرقہ واریت پاکستان کی بقا کے خلاف ایک سازش ہے"۔ (صفحہ 8 کالم 1)

جماعت اسلامی پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ کے مقابل ایک بڑی پارٹی بننے کے لئے تمام حربے استعمال کر رہی ہے' تاکہ تیسری قوت بنے اور ساتھ ساتھ فرقہ واریت کو ختم کرنے کی بات بھی کرتی ہے۔ یا للعجب!

اب آپ اس جلسہ گاہ کی بسم اللہ کو سامنے لایئے کہ

"تمام لوگ ایک اللہ کے بندے بن جائیں۔ ہمیں بندوں کو غلامی سے نکال کر اپنے رب کی غلامی میں دینا ہے"۔ (صفحہ 7 کالم 1)

اگر جماعت اسلامی واقعی اللہ کے ساتھ کوئی قول' اقرار اور معاہدہ کر کے اس سے پھرنا نہیں چاہتی کہ

"تمام زمین مومن کی مسجد ہے اور آج یہ مسجد امریکہ کے قبضہ میں ہے"۔ (صفحہ 10 کالم 1)' تو کم از کم اسے پاکستان میں جاگیردارانہ نظام کے خلاف تو اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہئے کہ بقول اقبالؒ ۔

ارض حق را ارض خود دانی بگو
چیست شرح آیہ لا تفسدوا
دہ خدایا نکتہ از من پذیر
رزق و گور ازوے بگیر اورا مگیر

باطن الارض للہ ظاہر است
ہرکہ ایں ظاہر نہ بیند کافر است

اس کے لئے جماعت اسلامی کو قرآن کے ذریعہ وحدت ملت کے تصور کو عام کرنے والے دھارے میں شامل ہونا پڑے گا۔ یہ سیاست۔ ووٹ یا اقتدار کی بات نہیں۔ یہ تغیر نفس کے بغیر ممکن نہیں۔

8- کرنے کا کام

ا۔ "31 مارچ 96ء تک ہر وارڈ میں جماعت اسلامی کی شاخ قائم ہو جانی چاہئے"۔ (صفحہ 7 کالم 3)

ب۔ "31 مارچ 96ء تک ملک کی ہر وارڈ میں جماعت کا یونٹ قائم کرنے کے لئے ہمہ تن مصروف ہو جایئے"۔ (صفحہ 10 کالم 2) کیونکہ

"وہ وقت گذر گیا جب اسلام مسجدوں میں سر چھپا دیا کرتا تھا آج اسلام زندگی کے تمام شعبوں کو متاثر کر رہا ہے"۔ (صفحہ 8 کالم 2)

اس فقرہ کو پھر پڑھئے "جب اسلام مسجدوں میں سر چھپا دیا کرتا تھا" جماعت اسلامی کا اسلام اب مسجد سے نکل کر وارڈ کمیٹی۔ یا یونٹ میں کیا کچھ پھیلائے گا۔ یہ مستقبل ہی بتا سکے گا۔

ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اگر قرآن کا پیغام مسجد کے ذریعہ پھیلنے لگے تو سارا معاشرہ درست ہو جائے۔ یہ حضرات اسلام کو مسجد سے نکال کر خدا جانے معاشرہ میں کیا لانا چاہتے ہیں؟

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں کا صفحہ

سجاد احمد

بل

احمد تیسری جماعت میں پڑھتا ہے۔ اس کے ابو ڈاکٹر ہیں۔ وہ کبھی کبھی اپنے ابو کے کلینک میں آجاتا۔ مریضوں کی باتیں سنتا۔ ابو کو نسخہ لکھتے دیکھتا' اور کبھی کبھی ڈاکٹر بننے کی کوشش بھی کرتا۔

ایک دن ایک مریض کو دل لگی سوجھی۔ اس نے کہا چھوٹے ڈاکٹر! آج سے میرا علاج آپ کریں لیکن مشکل یہ ہے کہ میں آپ کا بل ادا نہیں کر سکتا۔ احمد کو اب تک چند گولیوں کے نام تو یاد ہو گئے تھے لیکن بل کیا ہے؟ یہ اسے معلوم نہ تھا۔ وہ چپکے سے اپنے ابو کے پاس گیا اور ان کے کان میں کہا۔ ابو یہ بل کیا ہوتا ہے؟ ابو بہت مصروف تھے انہوں نے کاغذ کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور کہا کہ یہ ہے بل۔ پڑھ لو۔ احمد نے بڑی مشکل سے کاغذ پڑھا اس پر لکھا تھا۔

بل

گھر جانے کی فیس	100 روپے
ایکس رے	150 روپے
دوائی	50 روپے
کل	300 روپے

احمد نے یہ بل کئی بار پڑھا۔ پڑھتے پڑھتے اسے شرارت سوجھی کہ گھر کے کام تو میں بھی کرتا ہوں۔ کیوں نہ میں بھی بل بنا کر امی جان سے پیسے وصول کروں۔ یہ سوچ کر اس نے ایک بل تیار کیا اور امی کے تکیے کے نیچے رکھ دیا۔ بل میں لکھا تھا۔

بل

بازار سے سبزی لایا	2 روپے
چھوٹی بہن کو سنبھالا	2 روپے
امی کا سر دبایا	5 روپے
کل	9 روپے

اگلے روز احمد سو کر اٹھا تو اس کے سرہانے 9 روپے رکھے تھے اور اس کے ساتھ ہی ایک کاغذ پڑا تھا۔ یہ کاغذ امی کی طرف سے بل تھا جس پر لکھا تھا۔

بل

بچپن سے اب تک پرورش	کچھ نہیں
بیماری میں دن رات کی تیمارداری	کچھ نہیں
تعلیم دلانے کا خرچہ	کچھ نہیں
کل	**کچھ بھی تو نہیں**

امی کا بل پڑھا تو احمد کا سر شرم سے جھک گیا۔ کاغذ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گیا۔ پیسے اٹھا کر سیدھا امی کے پاس پہنچا اور اس سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگا۔ امی نے اسے پیار کیا۔ اور بڑی شفقت سے سمجھایا کہ دیکھو بیٹا ! بل دینا اور پیسے وصول کرنا کاروباری باتیں ہیں۔ ماں باپ اور اولاد کا رشتہ کاروباری نہیں ہوتا۔ ماں باپ کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کرے اور اولاد کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی عزت کرے اور ان کے کام آئے۔

"SORRY امی جان" احمد نے سر جھکا کر کہا اور 9 روپے امی کے ہاتھ میں تھما دیئے۔

پرویز صاحب کا خطاب "اسلام اور
پاکستان کے خلاف گہری سازش"
زیر طباعت ہے
اپنی کاپی محفوظ کروا لیجئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مطبوعات طلوع اسلام ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کے تحریک پاکستان کی دینی اساس سے متعلق، ذاتی مشیر، منفرد مفکر قرآن بانی تحریک طلوع اسلام اور تحریک پاکستان گولڈ میڈلسٹ علامہ غلام احمد پرویزؒ کی تصنیفات

جنوری 1996ء

نام کتاب	قیمت: سٹوڈنٹ (نیوز ایڈیشن)	قیمت: اعلیٰ
مفہوم القرآن (مکمل سیٹ)		Rs. 390
(کھلے پارے- فی پارہ)		Rs. 13
مفہوم القرآن (مکمل سیٹ مجلد)		Rs. 390
(تین جلدوں میں- فی جلد)		Rs. 130
لغات القرآن (مکمل سیٹ مجلد)		Rs. 600
چار جلدوں میں (فی جلد)		Rs. 150
تبویب القرآن (تین جلدوں میں)		Rs. 475
(ایک جلد میں)		Rs. 475
مطالب الفرقان (مکمل سیٹ)		Rs. 1100
جلد اول	Rs. 75	Rs. 150
جلد دوم		Rs. 150
جلد سوم	Rs. 75	Rs. 150
جلد چہارم	Rs. 100	Rs. 200
جلد پنجم	Rs. 75	Rs. 150
جلد ششم	--	Rs. 150
ہفتم (فی جلد)	Rs. 75	Rs. 150
من و یزداں	Rs. 100	Rs. 200
ابلیس و آدم	Rs. 90	Rs. 180
جوئے نور	Rs. 80	Rs. 160
برق طور	Rs. 80	Rs. 160
شعلہ مستور	Rs. 80	Rs. 160
معراج انسانیت	Rs. 125	Rs. 250
مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں	Rs. 40	Rs. 80
انسان نے کیا سوچا؟	Rs. 100	Rs. 200
اسلام کیا ہے؟	Rs. 80	Rs. 160

نام کتاب	قیمت سٹوڈنٹ (نیوز ایڈیشن)	اعلیٰ
کتاب التقدیر	Rs. 90	Rs. 180
جہان فردا	Rs. 80	Rs. 160
شاہکار رسالت	Rs. 100	Rs. 275
نظام ربوبیت	Rs. 100	Rs. 180
تصوف کی حقیقت	Rs. 90	Rs. 200
قرآنی قوانین	Rs. 35	Rs. 75
سلیم کے نام خطوط (جلد اول)	Rs. 60	Rs. 120
(جلد دوم)	Rs. 60	Rs. 100
(جلد سوم)	Rs. 60	Rs. 140
طاہرہ کے نام خطوط	Rs. 50	Rs. 100
ختم نبوت اور تحریک احمدیت		Rs. 80
حسن کردار کا نقش تابندہ		Rs. 40
اقبال اور قرآن (جلد اول)	Rs. 70	Rs. 140
(جلد دوم)		Rs. 120
قائداعظمؒ کے تصور کا پاکستان		
Islam A Challenge to Religion	Rs. 80	Rs. 160
Exposition of The Holy Quran Vol. 1 (Upto Sura Al-Kahaf)		Rs. 350
Islamic Way of Living	Rs. 30	Rs. 40
اسلامی معاشرت	Rs. 25	Rs. 75
اسباب زوال امت	Rs. 20	Rs. 60
خدا اور سرمایہ دار	Rs. 80	Rs. 160

متفرق کتب

نام کتاب	سٹوڈنٹ (نیوز ایڈیشن)	اعلیٰ
مقام حدیث	Rs. 50	Rs. 120
قرآنی فیصلے (جلد اول) (مشتمل بر سابقہ جلد اول، دوم، سوم)	Rs. 120	Rs. 225
قرآنی فیصلے (جلد دوم) (مشتمل بر سابقہ جلد چہارم و پنجم)	Rs. 120	Rs. 225
قتل مرتد، غلام اور لونڈیاں اور یتیم پوتے کی وراثت		Rs. 30
ابلہ مسجد	Rs. 100	
تحریک پاکستان اور پرویزؒ	Rs. 100	Rs. 250
نوادرات	Rs. 100	
مزاج شناس رسول		
The Pakistan Idea		Rs. 100
Woman - Recreated		Rs. 80

طلوع اسلام ٹرسٹ (رجسٹرڈ) 25 بی گلبرگ نمبر 2 لاہور 54660 (پاکستان) فون :84 44 576 - فیکس 876219

نوٹ : طلوع اسلام ٹرسٹ کی مطبوعات سے حاصل شدہ جملہ آمدن قرآنی فکر عام کرنے پر صرف ہوتی ہے

(ان قیمتوں میں ڈاک اور پیکنگ کا خرچ شامل نہیں۔ یہ قیمتیں کسی وقت بھی تبدیل کی جا سکتی ہیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقائق و عبر

1- کیا قائداعظمؒ پاکستان کو اسلامی ریاست نہیں بنانا چاہتے تھے؟

زمانے کے انقلابات ہیں کہ جماعت اسلامی آج کل اپنے امیر سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کا رشتہ قائداعظمؒ اور تحریک پاکستان سے جوڑنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کر رہی- جماعت کے نقیب ماہنامہ مشکوٰۃ المصباح نے مندرجہ بالا عنوان کے تحت اپنی حالیہ اشاعت میں مولانا مودودی مرحوم کا 28 نومبر 1953ء کا جسٹس محمد منیر کو لکھا گیا وہ خط سامنے لانے کی کوشش کی ہے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ میرے پاس ایسے دلائل موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قائداعظمؒ پاکستان کو اسلامی سٹیٹ بنانا چاہتے تھے-

مودودی صاحب تو فوت ہو گئے لیکن ہم پوچھنا چاہیں گے جماعت اسلامی کے ترجمان ماہنامہ المصباح سے کہ جب صورت حال یہ تھی اور مولانا مودودی کو واقعی یقین تھا کہ قائداعظمؒ پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی ریاست بنانا چاہتے ہیں تو انہوں نے تعاونوا علی البر و التقوی کے واضح حکم کے تحت قائداعظمؒ کی طرف اس وقت دست تعاون کیوں نہ بڑھایا جب وہ اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے حصول پاکستان کی جنگ لڑ رہے تھے؟

2- دوسری شادی

مدیر ماہنامہ ترجمان القرآن کسی خاتون کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں-

1- قرآن نے مرد کو ایک سے زائد شادیاں کرنے کی صرف اجازت دی ہے- ہدایت نہیں کی- نہ حکم دیا ہے- دوسری شادی کرنے کا اختیار مرد کو دیا گیا ہے اور اس اختیار کو صرف عدل کی شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے- اس کے علاوہ کوئی دوسری شرط عاید نہیں کی گئی کہ اس کی غرض کیا ہو، مقصد کیا ہو، اس کی ضرورت ہے یا نہیں-

(ماہنامہ ترجمان القرآن بابت جنوری 96 ص 69)

طلوع اسلام :- مندرجہ بالا عبارت میں خط کشید الفاظ ذہن میں رکھئے اور فرمان خداوندی نگاہوں کے سامنے لایئے-

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و ربع ج فان خفتم الا تعد لوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ط ذلک ادنیٰ الا تعولوا (4:3)

آیت مذکور میں سے "**وان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمی**" کا حصہ حذف کر دیا جائے تو صورت حال وہی ہے جو مدیر ماہنامہ ترجمان القرآن نے بیان کی ہے لیکن اس کا کیا علاج کہ آیت کا یہ حصہ جو بعد میں آنے والے حکم کی غرض بھی بیان کرتا ہے اور غایت بھی، اس آیت میں موجود ہے- ان خفتم کا لفظ آیت مذکور میں دو دفعہ آیا ہے- حیرت ہے کہ مدیر موصوف دوسرے **ان خفتم الا تعد لوا** کو تو بطور شرط تسلیم کرتے ہیں لیکن پہلا "**ان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمی**" جس میں ایک سے زائد نکاحوں کی غرض و غایت بیان کی گئی ہے، سرے سے گول کر جاتے ہیں-

یہ بات مدیر موصوف ہی پر موقوف نہیں- نکاح کے خطبوں میں بھی یہ آیت تلاوت کی جاتی ہے تو **وان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمی** اس میں سے اکثر حذف کر دیا جاتا ہے-

ترتیب و پیشکش
مینجر طلوع اسلام ٹرسٹ

فہرست موضوعات

آڈیو کیسٹ درس قرآن

سورہ فاتحہ (1)

نمبر شمار	تاریخ	آیات	موضوعات
1	17-03-68	تعارفی و تمہیدی درس	قرآن کریم کا تعارف اور سمجھنے کا طریق
2	24-03-68	بسم اللہ۔ الحمد للہ	حمد' اللہ
3	31-03-68	رب العالمین' الرحمٰن الرحیم	رب' عالمین' رحمٰن' رحیم
4	07-04-68	مالک یوم الدین	یوم الدین کیا ہے۔
5	14-04-68	ایاک نعبد	عبادت کا مفہوم
6	28-05-68	ایاک نستعین	دعا کا مفہوم
7	05-05-68	اھدنا الصراط المستقیم	ہدایت سے مراد
8	12-05-68	صراط الذین انعمت علیھم	انعام خداوندی
9	19-05-68	غیر المغضوب علیھم والاالضالین	مغضوب علیہ کون ہیں

سورہ البقرہ (2)

1	26-05-68	2/1-2	حروف مقطعات' ریب کا مفہوم۔ متقی اور مومن کون ہیں۔
2	02-06-68	2/3	غیب کا مفہوم۔ الصلوٰۃ
3	09-06-68	2/3	الصلوٰۃ

نمبر شمار	تاریخ	آیات	موضوعات
4	16-06-68	2/4-5	وحی کی خصوصیات- دنیا و آخرت- مفلحون کا مفہوم
5	23-06-68	2/6	کافر کون ہیں- عذاب و ثواب کن کے لیے ہو گا-
6	30-06-68	2/7	تقدیر کا عقیدہ- ختم کے معنی دلوں پر مہریں کیسے لگتی ہیں-
7	07-07-68	2/8	عذاب کا مفہوم- دوسروں کو دھوکہ دینے والے (منافقین)
8	21-07-68	2/9-16	جھوٹ کا مفہوم- سچی بات کہنے والے بھی جھوٹے ہو سکتے ہیں-
9	28-07-68	2/17-20	منافقت نفسیاتی مرض ہے- فساد کا مفہوم-
10	04-08-68	2/21-23	کتاب و حکمت- ملکیت زمین-
11	11-08-68	2/23-25	قرآن کی مثل کوئی چھ نہیں لا سکتا- مومنین کے لیے دو جنتیں ہیں-
12	18-06-68	2/26-29	جنت کا بیان تمثیلی ہے- فاسق کون ہیں- میثاق خداوندی- تخلیق کائنات کا مقصد- انا للہ وانا الیہ راجعون کا مفہوم-
13	25-08-68	2/30-34	آدم، ملائکہ اور ابلیس (قصہ آدم)
14	01-09-68	2/35-39	ہبوط آدم
15	08-09-68	2/40-45	داستان بنی اسرائیل- خوف خدا- قرآن کے راستے میں کون حائل ہیں؟

(جاری ہے)

WHY ARE THEY AFRAID OF HIM?

By

Miss Shamim Anwar

Soon after the Qaed-e-Azam left his earthly abode, a circular was issued to all the relevant departments that Parwez should be blacked out in the media. This happened under the premiership of Liaqat Ali Khan. Thus the "Radio Pakistan" and the Press (private press inclusive) treated him as if he did not exist. Then came Ayub Khan's regime. The press used to print daily a column captioned "President House Circular" which listed names of those who visited the President the previous day. Occasionally, Parwez's name was seen in the list. Very soon there was a wild protest against its inclusion by the clergy or the Mullahs, and the practice was stopped. You see, no one should know such a person existed. In the early eighties, the PTV interviewed the then Survivors of the Pakistan Movement and compiled a library of videos for future showing. But PTV dare not televise it for their dear life, for the clergy will be up in arms even if it means burning the whole country to ashes.

Moreover, in case Parwez's impact trickles down to the masses, who would be the main beneficiaries of the Quranic System he projects, the pulpits of the mosques resound in every nook and corner of the country with a propaganda that creates a curtain of ignorance against him, and the very name "Parwez" becomes an anathema. Thus at all levels, from the highest echelons of politics to the lowest unprotected and illiterate commons of the Society, it is seen to it that the name Parwez should be treated as, or at least pretended, that such a phenomenon as Parwez does not exist.

Why are they afraid of him? He had no political clout, no political position or party, no army, no wealth, no power and authority. It is eleven years today that physically he is no more, and yet he remains gagged as before. They are still afraid of him. If I may attempt an answer, the verdict of history is that power lies not in material resources or brute force, but in IDEAS. History also proves that power and force cannot kill an idea. The bones of the humans may be cracked and broken, but the abstract ideas float in the atmosphere untouched. Hence, TRUTH spoken or written is never lost. If humans have moved forward in TIME it is because courageous and gracious individuals all over the world have not hesitated to speak and write the TRUTH at any cost and without rewards; and such a man was Parwez.

What did he say? He primarily attempted to remove the barriers that intervened between a human and the Quran, and thereby paved the way for independent research and understanding ideas for oneself. This overthrew the "thought-control" of Hamaan, the high priest, over the people. This also overthrew his unholy alliance with Qaroon and his "economic-control"; finally this also overthrew the "political-control" of the Pharoahs. This about sums up the story of crushed humanity, the agonising screams of which are smothered under the combine of the jackboots of the 'Waderas' and the 'Sarmayadars' and the pious noises of the mullahs.

The fact is that the history of the humans is the history of confrontation between the 'haves' and the 'have-nots', between the powerful and the dispossessed. Anyone who speaks for the have-nots and the dispossessed are feared and it is therefore seen to it that the voice of the Quran never reaches them. It is as simple as that. But the short sightedness of the humans and their eyes on the immediate gains makes them repeat history instead of learning from it. The backlash of the Nature's Law of Retribution may be just round the corner with all its devastating pain and suffering. It is this that they should fear. Parwez is a friend of humanity, he is only trying to help you by warning you of the impending doom.

ALLAMA GHULAM AHMED PARWEZ IN THE EYES OF HIS CONTEMPORARIES

Dr. Syed Abdul Wadud, renowned Quranic Scholar and author of a number of reputed books on Quran and Science, in his "Preface" to the book titled Daulat-e-Parwez (sum and substance of Parwez) compiled by Mr. Mohammad Omar Draz & Published by Annoor Printers & Publishers says :

Allama Parwez was one of the top-ranking geniuses produced by the Indo-Pakistan sub-continent during the last two centuries. His philosophy was philosophy of the Quran. He studied the Holy Quran so deeply and so thoroughly that even at his early age, his writings on the Quranic subjects were profuse, exhaustive, intelligible, free from vagaries and impressive. The text of the Holy Quran was the basis of all that he wrote, said and propagated. His speech on the Quranic subjects was so impressive that it deeply penetrated into the minds of his listeners, so much so that any person who once attended his lectures, became a permanent audience, for years to come, of his *Dars-e-Quran* which he started while still in government service at Karachi. He took premature retirement (as an Under-Secretary in the Establishment Division of the Central Government) in order to devote all his time to the service of the Quran. However, he restarted his *Dars-e-Quran* when he shifted to Lahore in the year 1958 which feat he continued till October 1984, when illness overtook him and he subsequently expired on the 24th of February 1985. His `tape-recorded' lectures (Audio-- the whole of Quran and video-- from Surah Ad-Dakhan to Surah Al-Tatfeef) are of immense importance and are being regularly heard every Friday at *Tolu-e-Islam Centre,* 25-B, Gulberg-2, Lahore and also in so many other towns of the country and cities of the world.

Allama Parwez was a man of conviction. He stood solidly on what he thought, said and propagated. The long series of anti-propaganda campaigns against the theories he has prompted, continued during his life but as he was on the side which was right, he stood firm against his antagonists like a rock.

The anti-propagandists complain that "in the early phase of his life, he as a staunch and orthodox Muslim scholar, defended Islam if attacked by any offender. His articles in defense of Quran and *Hadith* were published in renowned journals of the sub-continent during 1938-1939. No sign of `rationalism' can be traced in his thought during this period. But the second period of his academic career is marked with great changes in his thinking on the fundamentals of Islam. This period of rationalism spanned from 1941 onwards. It was during this period that he launched an anti-*Hadith* movement."

But this point, which his anti-propagandists used against him, actually goes in his fovour. He himself admitted in his later books that he had dived deep into the study of conventional Islam, even into the mystical practices in his early life. In fact, the first period of his life was the period of his wandering in search of the truth. Even a *Nabee* before revelation discends on him, is dissatisfied with the prevalent wrong notions of his time and wanders about in search of the truth. The last *Nabee* (pbuh) of Allah remained in a state of indecision till the receipt of *'wahi'.* About him the Quran says:

(93:7) و وجدک ضا لاً فهدی ○

"And He found thee wandering in search of the Truth so gave you the guidance."

The case is however different with a man other than a *Nabee,* as he is not the recipient of *wahi.* While passing through a state of confusion (indecision), if he becomes satisfied with the prevalent wrong notions of his age and makes no efforts to find out what is right and what is wrong, he never comes to the right path. According to Whitfield, a well-known philosopher, "It is idol-worship to keep one's self stuck to the beliefs and concepts of his age without pondering over them." According to the Holy Quran, "those who don't use their intellect, never come to find the truth. They are destined to lead a life of stagnation and destruction" 7:179.

Thus if Parwez forsook the path of "ancestor worship" followed by mullahs and mystics, he did not commit any offense, rather he only followed the dictates of the Quran.

Another objection, raised very often by our orthodoxy against Allama Parwez, is that he accepted the Darwinian theory of Evolution and interpreted the Quranic verses with regard to the 'Creation of Adam', accordingly. As a matter of fact our mullahs haven't even the slightest idea of what Darwinian Theory of 'Natural Selection' was. Darwin although he, pointed correctly towards 'Natural Selection' as the basis of Evolution, yet his theory had in it, both negative and positive points. Moreover, it is not the modern 'theory of evolution'. Anybody desirous of appraising himself of what the Darwinian theory is, may consult my book titled, "Phenomena of Nature and the Quran", and he shall find out that Parwez no-where comes into the picture as regards the discussion and acceptance of this theory. As a matter of fact, our mullahs, being ignorant of the scientific aspects of the issue, consider the very idea of 'Evolution' as Darwin's theory. They as a matter of fact believe in the theory of *'Special Creation'* which maintains that each kind of species (animal or plant) came into existence in the form in which it exists today and that it was specially created to suit the conditions in which it was placed. Thus according to this theory, no change has taken place since life began on earth and consequently, each species is static and immutable, propagating its own kind from generation to generation by means of reproduction and never changing into a different kind. The absurdity of this idea of 'special creation' has been falsified by experimental evidence, by means of observations and 'stories in stones'. The 'stories in stones', provided by the fossils which have been unearthed and are being unearthed are a positive proof of Evolution and the course of Evolution on the earth. Nobody can deny these facts except the intellectual dwarfs. Above all, how can one deny the Quranic evidence on Organic Evolution on which, pages after pages, can be written. Allama Parwez produced the exegesis of the Holy Quran in its pristine form. What sin has he committed if he believed in the theory of 'Organic Evolution' of the holy Quran supported by modern scientific discoveries and not in the futile Biblical story of the 'creation of man.'

There is yet another fantastic allegation held out by these anti-propagandists. They say that according to Parwez "The sole purpose of *Deen* is *Taskheer* of *Cosmos.* That he believed that Muslims were commanded by the Quran to conquer and master the resources of nature, failing which they had to suffer Divine chastisement." This is another purposeful distortion of views. There is no going away from the fact that Muslims are commanded by the Quran to conquer and master the resources of nature, failing which they have to suffer Divine Chastisement. What Parwez believed in was absolutely consistent with the teachings of Holy Quran which says:

In the creation of heavens and the earth and in the alternation of day and night there are indeed signs for men who keep before themselves the divine laws standing, sitting and lying down on their sides, and contemplate the wonders of the creation in the heavens and the earth (with the thought) our Rabb! Thou hast not created all this without purpose, praise be to thee. Give us knowledge to discover nature) to save ourselves from destruction"__ (3:190)

The Quran repeatedly stresses upon man to explore nature:--

> "In the earth are clear signs for those who get convinced (after thorough investigation and research) and also within yourselves. Then will you not exercise your vision?"

One can quote scores of verses from the Holy Quran which emphatically impress upon the believers to explore nature and have a mastery over it. Now bring into mind the state of present-day Muslims. Our ancestors were the pioneers in the field of science and thus lived a life of glory. On the other hand we are living in a state of degradation and despondency which is all due to our forsaking the Quranic injunctions on the subject.

As regards the impact of man's reaction to the forces of nature, on the rise and fall of nations, Allama Parwez explains it in the following words:

1 Those people who gain knowledge of the natural sciences phenomena by using their eyes, ears and intellect and at the same time make use of the knowledge so gained for the benefit of humanity, belong to the class of *'mominee'n'* and *'muttaqeen'* (65:3 and 45:5) They have a bright present and a brighter future in this world and in the life hereafter.

2. Those people who explore nature and gain knowledge of the natural sciences but do not make use of it in the light of the divine guidance and do not apply it for the benefit of humanity, they do achieve the status of being a man, they do gain the pomp and glory of the present but they have no future before them.

3 Those who never attempt to explore nature and gain knowledge of the natural phenomena, do not even reach the status of being a man or `ADAM' before whom the forces of nature bow down. They have a dark present and darker future.

I shall be grateful to him, if any body could produce a single sentence from Parwez's writings where he has said that the sole purpose of *`deen'* was the *'Taskhir of Cosmos.'*

The above said allegations were brought about by certain modern type maulvis. However the common man having been flounced by the mullahs both of the higher and the lower ranks, only boosted the propaganda against Parwez being Anti-*Hadith*.

Most of the Maulvis' expressed their indignation against Parwez and said that he disowned the corpus of *Hadith* as well as classical *`Tafseer'* which according to him cannot be trusted as the sources of understanding the Quran by a modern man. The subject has been discussed so widely and frequently that it is futile to go on arguing on this issue anymore, yet, because certain people continue to create misunderstandings, by referring to this issue, let me clarify it in the following words:

The constituents of *"Deen"* are generally considered by Muslims as `the Quran and *Hadith'*. We have become so much used to this idea that we never make the slightest effort to find out if it is actually right. Even to cast a searching glance over it is considered sinful. However, there is one thing on which all agree that *Deen* must be based on certainty and not speculations.

The Quran says

> "But most of them follow nothing but fancy: truly fancy can be of no avail against truth. Verily Allah is well aware of all what they do." (10:36)

Now it is for us to find out if any of the two components which are supposed to comprise *Deen*, is not based on fancy. And whether each one of these two components have been given to Muslims by Allah and His Rasool (pbuh)? As regards the Quran it has been repeatedly said.

(35:31) والذی اوحینا الیک من الکتب هو الحق

"That which We have revealed to thee of the book is the truth.... ".

The Quran begins with the following words:- "This is the Book,in it is guidance sure without doubt." (2:2)

Thus it is the book without any fancy, sure and certain. On the other hand, Allah took upon himself the collection and compilation of this book:

"It is for us to collect and promulgate it". (75:17)

Not only that, even the explanation of it:

"Nay more, it is for us to explain it (and make it clear)." (75:19)

Even beyond that, it is emphatically proclaimed that no change in the Quran is possible for all times to come:

"It is We and We alone who have sent down this message and We will assuredly guard it (from interpolations)." (15:9)

The purity of the text of the Quran through the last fourteen centuries is a forestaste of the eternal care with which this Divine Message is guarded through all ages. To give a practical shape to this protection the Rasool (pbuh) is addressed as follows:-

"O Rasool! Proclaim the (message) which has been sent to you from your Rabb". (5:67)

In obeyance of this order, the Rasool (pbuh) dictated every word of the Quran to a group of his companions and thousands of people learnt it by heart and reproduced it before the Rasool (pbuh) who himself made corrections in their recitations. Thus the Rasool (pbuh) satisfied himself before he died that the complete message was delivered to humanity in its pristine form. In his last address to the Ummah (Hijja-tul-Wida), before his death, he asked the people around him, if he had delivered the message to them in full. And when the congregation replied in the affirmative, he said.

"O Allah! You are witness to the fact that I have delivered the message."

After this Allah confirmed it by revealing the following verse.

وتمت کلمت ربک صدقا و عدلا . لا مبدل لکلمته . و هو السمیع العلیم

"The code of divine laws is perfected in truth and in justice. None can change His Laws, for He is the one who is All-Hearing and All-knowing (6:115).

The Quran has thus come down to us from the Rasool (pbuh) perfectly safe, through the last fourteen centuries and shall continue to do so for all times to come.

The Quran repeatedly stresses upon man to explore nature:--

"In the earth are clear signs for those who get convinced (after thorough investigation and research) and also within yourselves. Then will you not exercise your vision?"

One can quote scores of verses from the Holy Quran which emphatically impress upon the believers to explore nature and have a mastery over it. Now bring into mind the state of present-day Muslims. Our ancestors were the pioneers in the field of science and thus lived a life of glory. On the other hand we are living in a state of degradation and despondency which is all due to our forsaking the Quranic injunctions on the subject.

As regards the impact of man's reaction to the forces of nature, on the rise and fall of nations, Allama Parwez explains it in the following words:

1 Those people who gain knowledge of the natural sciences phenomena by using their eyes, ears and intellect and at the same time make use of the knowledge so gained for the benefit of humanity, belong to the class of *'momineen'* and *'muttaqeen'* (65:3 and 45:5) They have a bright present and a brighter future in this world and in the life hereafter.

2. Those people who explore nature and gain knowledge of the natural sciences but do not make use of it in the light of the divine guidance and do not apply it for the benefit of humanity, they do achieve the status of being a man, they do gain the pomp and glory of the present but they have no future before them.

3 Those who never attempt to explore nature and gain knowledge of the natural phenomena, do not even reach the status of being a man or 'ADAM' before whom the forces of nature bow down. They have a dark present and darker future.

I shall be grateful to him, if any body could produce a single sentence from Parwez's writings where he has said that the sole purpose of *'deen'* was the *'Taskhir of Cosmos.'*

The above said allegations were brought about by certain modern type maulvis. However the common man having been flounced by the mullahs both of the higher and the lower ranks, only boosted the propaganda against Parwez being Anti-*Hadith*.

Most of the 'Maulvis' expressed their indignation against Parwez and said that he disowned the corpus of *Hadith* as well as classical '*Tafseer*' which according to him cannot be trusted as the sources of understanding the Quran by a modern man. The subject has been discussed so widely and frequently that it is futile to go on arguing on this issue anymore, yet, because certain people continue to create misunderstandings, by referring to this issue, let me clarify it in the following words:

The constituents of *"Deen"* are generally considered by Muslims as 'the Quran and *Hadith*'. We have become so much used to this idea that we never make the slightest effort to find out if it is actually right. Even to cast a searching glance over it is considered sinful. However, there is one thing on which all agree that *Deen* must be based on certainty and not speculations.

The Quran says

"But most of them follow nothing but fancy: truly fancy can be of no avail against truth. Verily Allah is well aware of all what they do." (10:36)

Hadith-- We know that Allah has not taken upon Himself the safety of any other book besides the Quran. Allah never ordained to collect *Ahadith* and nerve promised to protect them.

Ahadith are supposed to be the collections of the sayings and deeds of the Rasool (pbuh). But did he himself take any steps to make them the part of the *Deen?* Did he try to preserve them as he did in the case of the Quran? The answer is that he did not take any steps towards the preservation of any book other than the Quran. He never asked the people to note down what he said, he never asked them to learn his sayings by heart. He never tried to satisfy himself whether they remembered all what he said, correctly. In fact he never made any arrangements for the safe preservation of his own sayings for the future, why? Because firstly it was neither Allah's *mashiyyat* nor Rasool-Allah saw any necessity of it. Also because it is not possible to reproduce exactly, anything said verbally, after a lapse of time. The spoken words when uttered are gone forever, like the breath which carries them. Thus the Rasool (pbuh) did not leave anything behind him except the Quran. There is even a *hadith* in *Bokhari* which is considered to be the most authenticated book of *Ahadith* which runs as follows:

> "Ibn Abbas was asked, "What did the Rasool (pbuh) leave (for his Ummah)?" He said, "He did not leave anything except the Quran.
> (Bokhari Volume 3, *Kitab Fazailul-Quran)*

This should satisfy those who consider both the Quran and the *Ahadith* as the constituents of *Deen,* of equal significance.

After the death of the Rasool (pbuh) his companions did their best to preserve and promulgate the Quran. But what did they do about *Ahadith?* Did they try to collect, preserve and promulgate them? In 100 A.H., some *Ahadith* were collected during the *khilafat* of Omar-bin-abdul Aziz. After this Imam-Ibn-Shahab Zahri (died 124 A.D.) prepared a small collection of *Ahadith* under orders of the then Caliph, about which he himself said that he did not like it. But these collections did not last long, although the latter collections have been quoted from them. The first such collection of *Ahadith* which is available at present is by Imam Malik (died 179 A.H.) Different copies of this collection vary in their contents, on about 300 to 500 *Ahadith.*

Later on, the collection of *Ahadith* increased in number and volumes. Most of the well known collections are '*Sahih Bokhari*" and *"Muslim".* Imam Bokhari died in 256 A.H. He collected 600,000 *Ahadith,* out of which he selected 2630 for entry into his book and rejected the rest on account of their unreliability. Similarly Imam Muslim collected 300,000 but decided to include only 4348.

Such is the literature which is considered to be as much a part of *Deen* as the holy Quran. It is apparent that the *Hadith* literature is based more on fancy and thus cannot be considered as the basis of *Deen.* We can be benefited by this literature only as far as it is consistent with the holy Quran. As the Rasool (pbuh) did not leave behind any written record of anything other than the Quran, it is not possible to check whether a certain saying, attributed to the Rasool (pbuh), was actually said by him. Those who tried to investigate the issue, only went to the extent of finding out whether those few persons, who are described to have originally collected the *Ahadith,* were really reliable and truthful! This was the only procedure to sort out the correct from the incorrect or forged *Ahadith.* On the other hand there is no source available from which one could ascertain that the *Ahadith* which have been attributed to certain persons were actually related by them.

The position that Parwez took about *Ahadith* was that a *Hadith* consistent with the teachings of the Quran may be considered as useful but those *Ahadith* which go against the teachings of the Quran, must be rejected.

Fatwa-- The Mullahs of the higher rank also brought about some other fictitious allegations against Parwez but having been crushed by the onslaught of Parwez's reasoning faculty took the last arrow from their quiver-- over 1000 so called Ulema, coined a *Fatwa* of *Kufr* on Parwez in the year 1961. It is a pity that none of the top intellectual Muslim scholars has ever escaped this *Fatwa* of *Kufr* by our religious dwarfs, not even Sir Syed Ahmad Khan and Allama Iqbal. The procedure of coining a *Fatwa* is easily available. The Mullahs of higher ranks have got a control over the mullahs of lower ranks commonly known as دو رکعت کے امام Anybody who knows the art of stirring human sentiments can collect any number of signatures from Mullahs of lower ranks, whose knowledge of Islam is only rudimentary; against any respectable person of repute, at any time. These lower rank Mullahs can easily be purchased because they belong to the lowest strata of the present day Muslim society. I hereby clarify my point by means of an example without disclosing any name as it goes against the professional ethics. A well known Maulvi whom I paid respect and to whom I once rendered monetary help, came to my clinic one winter morning, several years earlier. He sat before me wrapped in a shawl, frequently repeating the words (استغفراللہ ' استغفراللہ) I asked him about his complaint and on examination found that he was suffering from gonorrhea. I became annoyed and asked him, wherefrom did he get the disease? He, like all other patients suffering from venereal diseases, produced the faked story and told me that he got it from his own wife. On hearing this I became furious and gave him such a good bit of chewing that the Maulvi who makes violent gestures and speaks like a machine-gun while addressing the Juma congregations began to tremble and his speech became irrelevant. You may get surprised to know that an Imam of the mosque got the venereal disease but there is a greater surprise behind this story. this Maulvi was one of the signatories of the *Fatwa* against Parwez.

With this I end the story of the happenings which occurred during the life time of Parwez, *an intellectual giant of the twentieth century.*

BEAUTIFULLY COMPOSED

EID CARDS

FOR Rs. 6 EACH PLUS POSTAGE

PLEASE OBTAIN IMMEDIATELY